رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان قادیان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۹ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۵ھ | نمبر ۳

فہرست مضامین

ختم نبوت پر مباحثہ مابین جناب سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل و حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے عہ ۸ر

غیر ممالک سے ۳ر طلباء سے عہ ۸ر

وی پی واپس کرنیوالے احباب

ماہ فروری کا رسالہ ان دوستوں کے نام وی پی کیا گیا تھا۔ جن سے ۱۹۲۰ء کی قیمت تاحال واجب الوصول تھی۔ یا ۱۹۲۱ء کا چندہ سالانہ پیشگی لینا تھا۔ پانسو میں سے ایک تہائی سے زیادہ احباب نے وی پی واپس کر دیئے ہیں۔ پچھلے سال تو میں نے فروری کا رسالہ دوبارہ انکاری کرنیوالوں کو بھجوا دیا تھا لیکن اب کے نہیں بھجوایا۔ کیونکہ پہلے ہی تین آنے فی وی پی کے حساب سے بہت سا نقصان ہو چکا ہے۔ اب جو صاحب بذریعہ منی آرڈر قیمت بھجوا دینگے یا لکھ بھیجینگے کہ فلاں مہینے کو وی پی کر دیں ان کے نام فروری کا رسالہ بھیجدیا جائیگا۔ فروری کا رسالہ ایک نہایت عجیب اور مفید رسالہ ہے۔ کیونکہ اس میں مباحثہ چنیوٹ درج ہے جو مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے مابین حیات و ممات مسیح و صداقت مسیح موعودؑ پر ہوا۔ فاضل راجیکی ہمارے شیر دل تجربہ کار مناظر ہیں اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی پرانے مخالف ہیں۔ پس ان دونو کا مباحثہ معمولی مباحثہ نہیں اسلئے احباب کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اپنے اپنے ذمے کی قیمتیں بھجوا کر فروری کا رسالہ منگوالیں ؛

دعوتِ مناظرہ

مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اگر حیات و ممات مسیح پر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو حیات مسیح پر اپنا پرچہ لکھ کر دفتر تشحیذ میں ایڈیٹر کے نام بھیجدیں۔ آٹھ روز تک اس کا جواب انکو بھیجدیا جائیگا۔ پھر وہ اسپر اپنی جرح اتنے ہی دنوں تک ہمیں بھجوا دیں۔ اسکا جواب اسی طور پر ہم بھیجدینگے پھر وہ اپنا آخری جواب الجواب بھجوا دیں بس یہ مباحثہ ختم ہوا۔ اسکے بعد ہم وفات مسیح پر اپنا پرچہ بھیجینگے اور بر طریق مذکورہ بالا پانچ پرچے ہونگے آخری جواب الجواب ہماری طرف سے ہوگا۔ کوئی پرچہ تشحیذ کے ۸ صفحوں سے زائد نہ ہو۔ تمام پرچے تشحیذ میں چھاپ دیئے جائینگے بغیر کسی قسم کے حاشیہ کے مستدلاں آیات قرآنی سے ہو۔ اور معانی لغت عرب سے۔ آخری پرچے میں کوئی نئی بات پیش نہیں کرنی ہوگی اگر مولوی صاحب کو کچھ زعم ہے تو وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں ص

م انشاء اللہ ایک تذکرہ مقابل ایک مولوی فاضل ہوگا۔ اس کے بعد صداقت مسیح موعودؑ پر بھی ہم بحث کے لئے تیار ہیں۔ ایک اقرار نامہ بدستخط فریقین شائع ہوگا کہ بحث کو ادھورا چھوڑنیوالا فریق ہزیمت یاب سمجھا جائیگا کیا مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے رفیق کو اسکے لئے آمادہ کرینگے؟ دیدہ باید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

ختم نبوت پر بحث

(از روئے قرآن و حدیث)

مابین

(جناب سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل۔ و حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ)

(بمبئی میں ایک مباحثہ تحریری ہمارے مکرم معظم سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل کا حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ سے ہوا۔ یہ مباحثہ گو ایک شخص کیساتھ ہوا جو اپنے آپکو سلسلہ احمدیہ کیطرف منسوب کرتا ہے لیکن پڑھنے سے آپکو معلوم ہوجائیگا کہ حکیم صاحب نے سب وہ باتیں پیش کردی ہیں جو ایک غیر احمدی پیش کرسکتا ہے۔ یہ مباحثہ کبھی کا شائع ہوچکا ہوتا۔ مگر مکرمی میر صاحب یہ چاہتے تھے۔ کہ حکیم محمد حسین صاحب کے پرچے بھی اسکے ساتھ طبع ہوں۔ آخر جب وہ دستیاب نہ ہوسکے۔ اور ایکسال سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا۔ تو میں نے بڑے اصرار سے اجازت حاصل کی۔ اور اب اسے افادۂ عام کیلئے

شائع کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تشحیذ کا یہ نمبر بہت مفید ثابت ہوگا۔ (ایڈیٹر)"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت میر محمد اسحٰقؑ صاحب مولوی فاضل کا پہلا پرچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میرا دعویٰ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا قرآن و حدیث کے رو سے ممکن ہے۔ یعنی قرآن و حدیث اس بات کے مانع نہیں۔ کہ کوئی نبی آنحضرتؐ کے بعد دنیا میں مبعوث ہو۔ میرے ذمہ اس بحث میں یہ دکھانا نہیں۔ کہ امت میں کون کون نبی آیا۔ یا کس نے دعویٰ نبوت کیا۔ بلکہ اس بحث میں صرف اتنا دکھانا مقصود ہے۔ کہ قیامت تک ممکن ہے۔ کہ کوئی نبی آئے۔ محال یا ناممکن نہیں۔ اس کے لئے مجھے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہ دینا کافی ہے۔ کہ تمام مسلمان اس بات کو مانتے ہیں۔ اور فریقین بھی اس کے قائل ہیں۔ اور قرآن و حدیث بھی اسی کے مؤید ہیں۔ کہ آدمؑ سے لیکر مابعد تک یعنی نزول قرآن تک دنیا میں نبی آتے رہے۔ اور سلسلۂ ارسال رسل جاری رہا۔ اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ پس میرے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے یہی دلیل کافی ہے۔ کہ ایک سلسلہ جاری ہوا۔ رحمت کا ایک دریا بہایا گیا۔ نعمت کا چشمہ دنیا پر ظاہر کیا گیا۔ پس جب تک کوئی صریح نص اس بارے میں نہ ہو۔ کہ اب وہ دریا بند کیا جاتا ہے۔ یا اب وہ چشمہ خشک کیا جاتا ہے۔ تب تک اس دریا کو بہتا اور اس چشمہ کو جاری مانا جاوے گا۔ چونکہ قرآن مجید میں کوئی نص اس بارے میں نہیں۔ کہ دروازۂ نبوت بند کیا جاتا ہے۔ اس لئے جاری شدہ سلسلہ کو بغیر کسی قطعی نص کے بند ماننا ایک غلط طریق ہے۔ پس پہلی دلیل اس بات کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی آمد ممکن ہے۔ یہ ہے

دلیل اوّل کہ واقعہ شدہ فعل کو اور جاری شدہ سلسلہ کو بند کرنے کی کوئی نص نہیں۔

اور دروازۂ نبوت کو بند کرنے والی نص کا نہ ہونا دروازۂ نبوت کے بند ہونے کو غلط ثابت کرتا ہے ۔ اور جب دروازہ کا بند ہونا غلط ثابت ہوا ۔ تو یہی دوسرے لفظوں میں امکانِ نبوت کا ثبوت ہے ؛

دلیل دوم دوسری دلیل یہ ہے ۔ کہ قرآن مجید فرماتا ہے ۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ یعنی میں دل سے دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں یہی طرح فرماتا ہے ۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ۔ پھر ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے ۔ ادعونی استجب لکم ۔ ماحصل ان تینوں آیتوں کا یہ ہے ۔ کہ دعا سنی جاتی ہے ۔ اور قبول کی جاتی ہے ۔ مانگنے والے کو خائب و خاسر نہیں رکھا جاتا ۔ اس کلیہ کے بعد دیکھئے کہ قرآن مجید کی پہلی ہی سورت میں ہمیں دعا سکھائی گئی ہے ۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم یعنی ہم کو مستقیم رستے پر چلا ۔ پھر مستقیم راستہ کی تعریف فرمائی گئی ہے ۔ صراط الذین انعمت علیہم ۔ یعنی مستقیم راستہ وہ ہے ۔ جو منعمین کا راستہ ہے ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے ۔ منعمین سے کون مراد ہیں ؟ سو اس کا جواب بھی قرآن مجید ہی نے دیا ہے ۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے ۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم ۔ یعنی منعم قوم بنی اسرائیل ہے ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ بنی اسرائیل پر کیا نعمت ہوئی تھی ؟ تو جواب میں خود قرآن کہتا ہے ۔ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء یعنی بنی اسرائیل پر سب سے بڑی نعمت یہ ہوئی تھی ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے افراد کو نبی بنایا تھا ۔ پس اس تمام عبارت کا ماحصل یہ ہوا ۔ کہ خود اللہ تعالےٰ نے ایک دعا مسلمانوں کو سکھائی ۔ کہ نعمت مانگو پھر نعمت خود بتائی ۔ کہ نبوت سب سے بڑی نعمت ہے ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ کہ نبوت کا انعام قومی طور پر مانگنا خدا کا منشا ہے ۔ لیکن اگر بعد آنحضرت صلعم کے دروازۂ نبوت بند ہوتا ۔ تو کبھی قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو یہ دعا نہ سکھلاتا ۔ کیونکہ جو چیز دینی ہی نہیں ۔ اس کے متعلق یہ حکم دینا ۔ کہ مانگو ۔ حکیم کی شان اور قدوس کی ذات کے منافی ہے ۔ پس دوسری دلیل اس بات کی کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا امکان ہے ۔ یہ ہے

کہ ہمیں حکم ہے۔ کہ منعمین کے انعام مانگیں۔ اور منعمین کے انعام خود خدا گنواتا اور بتاتا ہے کہ نبوت ایک انعام ہے۔ اور سب سے بڑا انعام ہے۔ پس جب منعمین کے تمام انعامات مانگنے کا حکم ہے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ انعام بھی سب مل سکتے ہیں۔

دلیل سوم تیسری دلیل اس بات کی کہ آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت بند نہیں یہ ہے۔ کہ سورۃ اعراف میں اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور قیامت تک کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (اعراف) یعنی اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس میری طرف سے رسول آویں۔ تو تم ان کی بات ضرور سُننا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تم انکار کر جاؤ۔ پس یہ آیت نص صریح ہے اس بات پر کہ دروازۂ نبوت بند نہیں۔ کیونکہ اگر کا لفظ اور پھر ایمان لانے کا حکم دینا صاف بتاتے ہیں۔ کہ دروازۂ نبوت بند اور ارسال رُسل مفقود نہیں۔ دیکھو۔ صاف الفاظ ہیں۔ کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمعصر اور بعد کے لوگ مخاطب ہیں۔ اور انہیں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اے لوگو! تمہارے پاس اگر میری طرف سے رسول آویں۔ تو ضرور ماننا۔ لیکن اگر ارسال رُسل اور سلسلۂ نبوت بند تھا۔ تو یوں فرمانا چاہیئے تھا۔ کہ اب یہ نبی آگیا ہے۔ اس کو مان لو۔ بعد میں کوئی رسول یا نبی نہیں آئیگا لیکن قرآن مجید نے ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کے خلاف یوں فرمایا۔ کہ لوگو اگر رسول آویں۔ تو مان لینا۔ اور جو نہ مانے گا۔ وہ ہلاک ہوگا۔ اور جو ان پر ایمان لاویگا۔ وہ نجات پا جاویگا۔ پس یہ آیت امکان نبیین کو ثابت کرنے کے لئے برہان قاطع ہے یہ دکھانا اس پرچہ میں ہمارے ذمہ نہیں۔ کہ کون کون نبی آیا۔ اس پرچہ میں صرف یہ بحث ہے۔ کہ قرآن کی رو سے نبیوں اور رسولوں کا آنا ناممکن نہیں۔ اور اس مضمون کو اس آیت نے حل کر دیا۔ اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔ کہ اگر نبی آویں۔ اور تم اسے قبول کرو۔ تو تمہارا بھلا ہوگا۔ لیکن اگر قبول نہیں کیا۔ تو بُرا نتیجہ ہوگا۔ غور کرنا چاہیئے۔ کہ اگر دروازۂ نبوت بالکل بند ہوتا۔ تو اس طرح ہم لوگ کبھی مخاطب نہ کئے

جاتے۔ لیکن یہ واقعہ ہے۔ اور اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ قرآن مجید میں صاف لفظوں میں ایسا فرمایا ہے۔ کہ اے بنی آدم تم میں جو رسول مبعوث ہوں۔ تو ان کا انکار نہ کرنا۔ اگر آنا ہی نہیں تھا۔ تو کبھی یہ تعلیم نہ دی جاتی۔ اور اگر ناممکن بات ہی خدا کو پیش کرنی تھی۔ تو یہی پیش کر دیتا۔ کہ دیکھو لوگو۔ اگر خدا زمین پر آجاوے۔ تو مان لینا۔ یہ کیوں نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ یہ ناممکن ہے۔ اس کی بجائے یہ کہا گیا۔ کہ درصورت رسولوں کے آنے کے ان پر ایمان لاؤ۔

اس سے صریحاً ثابت ہوا۔ کہ ارسال رسل ناممکن نہیں۔ ورنہ ان کی آمد کی صورت میں ان پر ایمان لانے کا حکم نہ دیا جاتا۔ حکم کا دیا جانا دلیل ہے۔ اس بات کی کہ رسولوں کی آمد ممکن ہے۔ اور نبیوں کی بعثت محال نہیں۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے۔

دلیل چہارم اس بات کی کہ دروازۂ نبوت بند نہیں۔ اور وحیٔ رسالت مفقود نہیں۔ یہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے بڑے بڑے خوفناک عذابوں اور عالمگیر تباہیوں کے متعلق یہ بیان کیا۔ کہ وہ دنیا میں تب نمودار ہوئے ہیں۔ جب کہ ان سے پہلے کوئی رسول دنیا میں مبعوث ہو۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وما کان ربک مھلک القریٰ حتّٰی یبعث فی امھا رسولا۔ اس آیت میں ما کان کے لفظ بتاتے ہیں۔ کہ ناممکن ہے۔ کہ دنیا کی عالمگیر تباہیوں کا آنا بغیر کسی رسول کی بعثت کے ہو۔ پس قرآنی فلسفہ یہ ہے۔ کہ عالمگیر تباہیاں بعد میں ہوتی ہیں۔ اور ارسال رسول پہلے ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص دعوےٰ کرے۔ کہ دروازۂ نبوت بند ہے۔ اور رسول و نبی دنیا میں مبعوث نہیں ہو سکتے۔ تو اس کو یہ بھی چاہئے۔ کہ وہ یہ بھی اعتقاد رکھے۔ کہ اب قیامت تک دنیا میں بڑے بڑے عذاب اور عالمگیر تباہیاں بھی بند ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں۔ پس معلول

یعنی عذاب جب بند نہیں۔ تو علت یعنی ارسال رسل اور بعثت نبیین کو
کیوں بند مانا جاوے۔ دیکھو۔ جب یہ ناممکن ہے۔ کہ معلول ہو۔ اور علت نہ ہو۔
اور قرآن مجید کہتا ہے۔ کہ عالمگیر تباہیاں معلول ہیں۔ اور بعثت نبیین علت
ہے۔ اور قرآن نے یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ معلول یعنی عالمگیر تباہیاں بند
ہیں۔ تو کیا وجہ کہ معلول تو بند نہ ہو۔ اور علت بند ہو جاوے۔ یہ تو عقل کے
بالکل خلاف ہے۔ اس آیت میں رسولوں کا ذکر ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء
والضراء یعنی نبی کی بعثت کے بعد ضرور عذاب آتے ہیں۔ اور عذاب اور عالمگیر
تباہیاں نبی کی نشانیاں ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ کہ قرآن کی رو سے عالمگیر تباہیاں
معلول ہیں۔ اور نبوت اور رسالت علت۔ جب معلول بند نہیں۔ اور نہ اس
کے بند ہونے پر کوئی نص ہے۔ تو علت کبھی بند نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ
معلول کا وجود ہے۔ علت کا وجود بھی ضروری ہے۔ کیونکہ معلول بغیر علت
کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ بے شک عذاب
اور عالمگیر مصائب بغیر رسول کے نہیں آتے۔ مگر اب قیامت تک جو عذاب آوینگے
ان کے لئے ہمارے آنحضرت صلعم رسول ہیں۔ حالانکہ نہیں دیکھتے۔ کہ اس طرح
پہلے سینکڑوں برس کا حوالہ دینے سے تو یہ آیت بالکل (معاذ اللہ) فضول ہو جاویگی
اور کسی رسول کی رسالت بھی اس سے ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ عالمگیر عذاب کے
وقت ایک مسلمان کہیگا۔ کہ آنحضرت صلعم رسول ہیں۔ تو ایک یہودی کہیگا۔ کہ
موسےٰ رسول ہیں۔ ایک پارسی کہے گا۔ کہ زرتشت نبی ہیں۔ ایک آریہ کہے گا۔ کہ ویدوں
کے رشیوں کے انکار سے یہ عذاب آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ زمانہ عذاب
میں یا اس کے لگ بھگ رسول کا وجود ضروری ہے۔ ورنہ بہت لمبے عرصہ کا حوالہ
دینے سے تو فیصلہ اور تعیین نہیں ہو سکتی۔

دوسرا اس کا یہ جواب ہے۔ کہ یہ بات قرآن مجید کی دوسری آیت کے

خلاف ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالےٰ کفار کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیٰتک من قبل ان نذل و نخزےٰ۔ یعنی ہم عذاب کے وقت اس لئے رسول بھیجتے ہیں۔ کہ کہیں لوگ یہ نہ کہدیں۔ کہ بغیر رسول کی موجودگی کے عالمگیر تباہیاں نازل کیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ عذاب کے لگ بھگ اور موجودگی یا قریب عرصہ میں ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ فرماتا ہے۔ ان تقولوا ماجاءنا من بشیر و لا نذیر یعنی اے اہل کتاب ہم نے اس لئے اپنا رسول بھیجا۔ کہ کہیں تم یہ نہ کہدو۔ کہ ہم میں کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا۔ حالانکہ اگر گذشتہ زمانہ کے لمبے عرصے کے بعد نبی کی بعثت موجودہ بعثت کہلا سکتی۔ تو عیسائی اور یہودی کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم میں موسیٰؑ اور عیسےٰؑ آئے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ قرآن کے نزدیک عذاب سے پیشتر آنے والے وہ رسول اور نبی مراد ہیں۔ جو عذاب سے مدت مدید اور عرصۂ دراز پہلے نہ ہوں۔ بلکہ وہ آویں۔ اور مبعوث ہوں۔ اور عذاب اور عالمگیر تباہیاں ان کی بعثت کے بعد شروع ہوں۔ پس اس چوتھی دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ عذاب ایک طرح کا معلول ہے۔ اور قرآن اس معلول کے دروازہ کو بند نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ علت بھی جاری ہے۔ اور بند نہیں۔ ورنہ فریق ثانی کا فرض ہے۔ کہ وہ قرآن سے ثابت کرے۔ کہ اب جس طرح دروازۂ نبوت بند ہے۔ اسی طرح عذابوں کا دروازہ بھی مسدود ہے۔ لیکن قرآن سے یہ ثابت کرنا محال ہے۔ بلکہ اس کے خلاف صاف لفظوں میں قرآن مجید فرماتا ہے۔ وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کان ذالک فی الکتب مسطورا۔ یہ آیت نص صریح اور قطعی ہے۔ اس بارہ میں کہ عالمگیر تباہیوں کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ اور دوسری طرف قرآن کہتا ہے ماکان ربک مھلک القریٰ حتّٰی یبعث فی امھا رسولا۔ یعنی ناممکن ہے کہ عالمگیر تباہیاں آویں اور رسول کی بعثت نہ ہو۔

اب ان دونو آیتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ بعد آنحضرت صلعم قیامت تک دروازۂ نبوت بند نہیں۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے۔

دلیل پنجم پانچویں دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔ اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس ان اللہ سمیع بصیر۔ اس آیت کا تفسیری ترجمہ عربی کے لحاظ سے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی یہ عادت ہے۔ کہ وہ انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا کرتا ہے۔ اس آیت میں اصطفیٰ یا کان یصطفے کا لفظ نہیں۔ کہ پہلے بھیجا کرتا تھا۔ بلکہ یصطفی کا لفظ ہے۔ جو استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور عربی سے مذاق رکھنے والے جانتے ہیں۔ کہ استمرار کہتے ہی اُسے ہیں۔ جس کا دروازہ بند نہ ہو۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ یہ ہماری عادت مستمرہ ہے۔ دلیل ہے اس بات پر کہ دروازۂ نبوت بند نہیں۔ ورنہ عادت کے رنگ میں نہ فرماتا۔ بلکہ گذشتہ زمانہ کا حوالہ دیتا۔ پس یہ آیت نص صریح ہے۔ اس بات پر کہ دروازۂ نبوت بند نہیں۔ ورنہ کبھی بھی قرآن مجید ارسال رُسل کو استمرار کے رنگ میں پیش نہ فرماتا۔

دلیل ششم چھٹی دلیل بھی قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں۔ ینزل الملئکۃ بالروح من امرہ علےٰ من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون۔ اس آیت میں ینزل کا لفظ ہے۔ جو مضارع ہے۔ اور ادنےٰ طالب علم بھی جانتا ہے۔ کہ مضارع کا صیغہ موجودہ اور آئندہ زمانہ دونو پر حاوی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنے ہوئے۔ کہ اللہ اتارتا ہے۔ اور اتارا کریگا۔ فرشتوں کو اپنا کلام دیکر اپنے بندوں میں سے جس کے پاس وہ چاہے۔ تاکہ وہ بندے دنیا کے لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔ اور انہیں خدا کی وحدانیت کی تعلیم دیں۔ دیکھو یہ آیت نص صریح ہے اس بات پر کہ قرآن کے زمانہ کے بعد بھی فرشتوں کو بھیجا جاوے گا۔ رُوح یعنی کلام دیکر خدا کے منتخب بندوں کے پاس تاکہ انہیں کہیں۔ کہ تم خدا کی طرف سے دنیا کی طرف مبعوث ہو جاؤ۔ اور دنیا میں توحید پھیلاؤ۔

غور کا مقام ہے۔ کہ یہ آیت انبیاء اور رُسل کی بعثت پر نص قطعی ہے۔ اور

رسول بھی تو اسے ہی کہتے ہیں۔ کہ خدا کا فرشتہ اس کے پاس روح یعنی احکام الٰہی لے کر آتا ہے۔ کہ اٹھ اور دنیا کو ہدایت دے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔ (رفیع الدرجٰت یلقی الروح من امرہ علےٰ من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق یعنی اللہ تعالےٰ بڑے مرتبہ والا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے۔ کہ وہ آئندہ اپنا کلام اتارا کرے گا۔ جس پر چاہے گا اپنے مقبول بندوں سے۔ تاکہ وہ دنیا کو قیامت کے عذاب سے ڈرائیں۔ یہ دونوں آیتیں بتاتی ہیں۔ کہ نزول قرآن کے بعد خدا کا وعدہ ہے کہ وہ آئندہ ایسا کریگا۔ کہ اپنے ملائکہ بھیجے گا۔ کہ میرے پیارے بندوں کے پاس جاؤ۔ اور انہیں کہو۔ کہ تم دنیا کی طرف جاؤ۔ اور آخرت سے ڈراؤ۔

دلیل ہفتم ساتویں دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن مجید غلط عقاید اور غلط اعتراضوں کا یہ معیار بتاتا ہے۔ مایقال لک الا ما قد قیل للرسل یعنی ہمارے رسول تجھ پر جو اعتراض کئے گئے ہیں۔ وہ سب غلط ہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب ایسے ہیں۔ جو پہلے نبیوں پر کئے جا چکے ہیں۔ اور چونکہ وہ پہلوں پر کئے گئے۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ وہ غلط ہیں۔ ورنہ پچھلے نبیوں پر کبھی نہ کئے جاتے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا۔ کہ جو اعتراض پہلے کسی نبی کی نبوت کے مقابل میں کیا جا چکا ہو۔ وہ غلط ہوتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیا نبوت کے بند ہونے کو بھی کبھی کسی رسول کی رسالت کے جواب میں پیش کیا گیا ہے۔ یا نہیں۔ اگر پیش کیا گیا ہے۔ اور وہ نبی سچا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ عذر اور اعتراض باطل ہے۔ اور اگر پہلے کبھی پیش نہیں کیا گیا۔ تو پھر بیشک قابل غور ہے۔ قرآن مجید جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ عذر کہ دروازہ نبوت بند ہے۔ یہ نیا عذر نہیں۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ کی نبوت کے انکار میں بھی یہی عذر پیش کیا گیا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ حتیٰ اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا یعنی حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد عقیدہ

بنایا گیا۔ کہ اب کوئی نبی نہیں آویگا۔ اور یہی سمجھا گیا۔ کہ دروازہ نبوت مسدود ہے۔ اور اس لئے موسیٰؑ کی نبوت اور رسالت سے انکار کر دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے مقابل ان کے منکروں نے یہی عذر پیش کیا تھا۔ کہ ہم تجھے کیوں نبی مانیں۔ حضرت یوسفؑ کے بعد تو دروازہ نبوت بند ہے۔ اور ادھر قرآن کہتا ہے کہ مایقال لک الا ما قد قیل للرسل یعنی تجھپر جو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ وہ غلط ہیں۔ کیونکہ وہ نئے نہیں۔ بلکہ وہ پہلے نبیوں پر ہو چکے ہیں۔ اور پہلے نبی چونکہ سچے تھے۔ اس لئے وہ اعتراض غلط ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ جو اعتراض یا عذر سچے نبی کے مقابل میں ایک دفعہ پیش ہو چکا ہو۔ وہ ہمیشہ کے لئے باطل ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی قرآن مجید ہی سے معلوم ہے۔ کہ دروازہ نبوت کے بند ہونے کا عذر موسےٰؑ کے مقابل پیش ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ عذر غلط ہے۔ اور جب یہ عذر قرآن مجید کے رو سے غلط ثابت ہوا۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ دروازہ نبوت بند نہیں۔

دلیل ہشتم آٹھویں دلیل یہ ہے۔ ولما بلغ اشدہ اٰتینٰہ حکما وعلما وکذالک نجزی المحسنین یعنی جب وہ چالیس سال کا ہوا۔ اور تمام باتوں میں پورا اترا۔ تو ہم نے اسے نبی بنا دیا۔ اور اسے دنیا کی طرف بھیجا۔ آگے فرمایا۔ کہ یہ بات موسےٰؑ کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ کذالک نجزی المحسنین۔ یعنی ہم محسنوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے ہیں۔ اب یا تو یہ مانو۔ کہ محسن اب نہیں ہونگے۔ بلی من اسلم وجہہ للہ وھو محسن کی آیت منسوخ تسلیم کرو۔ اور قیامت تک اس کا کسی کو مصداق مت سمجھو۔ ورنہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ محسنوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے۔ جو موسےٰؑ کے ساتھ ہوا۔ یعنی اٰتینٰہ حکما وعلما ایک جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ط

دلیل نہم نویں دلیل یہ ہے۔ کہ ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ نبیوں کے کیا کام ہیں۔ اور کیا ضرورت ان کے وجود کی ہے۔ کیونکہ اگر ان کے کام اور ان کی ضرورت

معلوم ہو جاوے۔ تو ہم دیکھیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کاموں کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ہے۔ تو نبیوں کا وجود بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یعنی نبی کی ایک غرض تو یہ ہوتی ہے۔ کہ علمی اور اعتقادی محرکوں کا وہ عملی نمونہ ہوتا ہے پھر فرماتا ہے۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوعلیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ اس آیت میں نبی کے چار کام گنائے تلاوتِ کتاب۔ تزکیہ۔ تعلیم کتاب۔ تعلیم حکمت۔ اسی طرح ایک مقام پر فرماتا ہے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یعنی نبی دنیا میں اس لئے بھی آتا ہے۔ کہ وہ سچے دین کو باطل مذاہب پر غالب کردے۔ پھر فرمایا۔ وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین۔ یعنی نبیوں کی غرض تبشیر و انذار ہوتی ہے۔ ان تمام آیتوں سے نبیوں کی بعثت کی یہ غرضیں معلوم ہوئیں۔ نمونہ بننا۔ تلاوت کتاب۔ تزکیہ۔ تعلیم کتاب۔ تعلیم حکمت سچے دین کو غالب کرنا۔ تبشیر۔ انذار۔ اب دیکھو۔ کہ یہ آٹھ غرضیں نبیوں کی بعثت کی ہیں۔ ایمان سے بتاؤ۔ کہ کیا یہ غرضیں اب باقی نہیں۔ کیا اب ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہو گئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر جب ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ تمام اغراض موجود ہیں۔ تو ان اغراض کو پورا کرنے والے کے وجود سے کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ دیکھو جب تک دنیا میں بخار ہے۔ کونین کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جب تک ان آٹھ باتوں کی ضرورت ہے۔ تب تک نبی کے وجود کا امکان چھوڑ سخت ضرورت ہے۔ جو شخص امکان نبوت سے منکر ہو۔ اسے یہ بھی چاہیئے۔ کہ وہ ان آٹھ باتوں سے بھی منکر ہو جاوے۔ حالانکہ ان کا انکار ممکن نہیں۔ پس نویں دلیل یہ ہے۔ کہ جن غرضوں کے پورا کرنے کے لئے نبی کا آنا قرآن مجید ظاہر کرتا ہے۔ وہ غرضیں قیامت تک رہیں۔ تو ماننا چاہیئے۔ کہ قیامت تک دروازہ نبوت بند نہیں۔ اور انقطاع دنیا تک امکان نبوت باقی ہے۔ اور یہی ثابت کرنا

ہمارا مقصود ہے ؛

دلیل دہم دسویں دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین یعنی جو اللہ اور حضرت رسول کریمؐ کی اطاعت کرنے والے لوگ ہوں گے منعمین سے ہوں گے ۔ اور منعمین چار قسم کے لوگ نبیؑ ۔ صدیقؑ ۔ شہیدؑ ۔ صالحؑ ۔ ہیں یہ آیت دروازۂ نبوت کے مسدود نہ ہونے پر نص صریح ہے ۔ اگر نبی کا آنا ناممکن تھا تو کبھی یہ نہ کہا جاتا ۔ کہ فنا فی اللہ وفنا فی الرسول ہو کر انسان نبیوں میں شامل ہو سکتا ہے ۔ یہ تو اُسی صورت میں کہا گیا ہے ۔ جب کہ دروازۂ نبوت بند نہیں ۔ اس جگہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں ۔ کہ یہاں مع کا لفظ ہے ۔ اور مع کے معنے ساتھ کے ہیں ۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کا مطیع نبیوں کے ساتھ ہوگا ۔ نہ کہ نبیوں میں سے ہوگا ۔ اس کے دو جواب ہیں ۔ ایک یہ کہ اس طرح ماننا پڑیگا ۔ کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے مطیع جس طرح نبیوں کے صرف ساتھ ہی ہیں ۔ نبیوں میں سے نہیں ۔ اور نبی نہ بن سکیں گے ۔

اسی طرح صدیق ۔ شہید ۔ صالحین کے صرف ساتھ ہوں گے ۔ صدیق ۔ شہید یا صالح نہ بن سکیں گے ۔ اس سے تو معلوم ہوا ۔ کہ خیر اُمم نبی چھوڑ صالح بھی نہیں بن سکتی ۔ حالانکہ یہ محض باطل ہے ۔ دوسرا جواب یہ ہے ۔ کہ مع کے لفظ کے معنے مِنْ کے بھی ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔ فسجد الملئکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس ط ابی ان یکون مع الساجدین ط ۔ اب دیکھو اس میں لکھا ہے ۔ کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ۔ مگر شیطان سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا ۔ یہ معنے نہیں کہ ان کے ساتھ نہ ہوا ۔ بلکہ مطلب یہ ہے ۔ کہ سجدہ کرنے والا نہ ہوا ۔ کیونکہ دوسری جگہ بجائے مع کے مِنْ کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ۔ فسجدوا الا ابلیس لم یکن من السٰجدین ط یعنی سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا ۔ اس سے ثابت ہوا ۔ کہ مع اور مِنْ کے معنے ایک بھی ہیں ۔ پس یہ

آیت صاف بتاتی ہے۔ کہ جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرنے والے لوگ ہیں وہ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہداء اور صالحین میں سے ہیں۔ اور جب نبیوں میں سے ہونے کا امکان ہوا۔ تو دروازہ نبوت بند نہ رہا۔ وہو المراد ؛

اب میں مناظرہ کے اصول کی رو سے وہ موانع پیش کر کے ان کا جواب لکھتا ہوں۔ جو عموماً نبوت کی روک میں پیش کئے جاتے ہیں۔ وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اس لئے مفصل بحث اس پرچہ میں نہ ہو گی۔ اگلے پرچوں میں انشاء اللہ تفصیلاً بحث ہو گی ؛

مانع اوّل ایک مانع یہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ آیت خاتم النبیین بتاتی ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حالانکہ کسی آیت کے معنے سیاق و سباق کو مدنظر رکھ کر کرنے چاہئیں۔ اس آیت سے پہلے یہ ذکر ہے۔ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم یعنی نبی مسلمانوں کا ایسا نزدیکی ہے۔ کہ اس کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اس میں نبی کی بیویوں کو مسلمانوں کی مائیں بنا کر نبیؐ کے باپ ہونے کا اقرار کیا ہے لیکن اسی سورۃ میں چلکر فرمایا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ تو معاً اعتراض پیدا ہوتا تھا۔ کہ ابھی باپ ہونے کا ذکر ہے۔ اور ابھی انکار کر دیا گیا۔ پس چونکہ اعتراض پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے لفظ لٰکن سے جو کہ عربی زبان میں اعتراض کو دور کرنے کے لئے آتا ہے۔ اعتراض کو دور کیا۔ اور فرمایا۔ ولکن رسول اللہ۔ یعنی اے لوگو! جس قسم کے باپ ہونے کا اقرار تھا۔ اس سے اب بھی انکار نہیں۔ کیونکہ پہلے جو اقرار تھا۔ وہ روحانی ابوت کا تھا۔ جو رسول کریم صلعم کو بحیثیت رسولؐ ہونے کے ملی تھی۔ پس وہ ابوت اب بھی ہے۔ اور اس کا یہ ثبوت ہے۔ کہ ولکن رسول اللہ یعنی آپؐ اب بھی رسولؐ ہیں۔ پس جب کہ آپؐ ابھی تک رسول ہیں۔ تو باپؐ بھی ہیں۔ آگے فرمایا۔ وخاتم النبیین یعنی اور آپؐ

خاتم النّبیین بھی ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ وَ کا حرف عربی میں اس لئے آتا ہے۔ کہ وہ لفظ جو وَ کے بعد ہو۔ اسی کام کے لئے لایا جاوے۔ جس کام کے لئے واؤ سے پہلے لفظ لایا گیا ہو۔ اب دیکھو۔ کہ اس آیت میں واؤ سے اوّل لفظ رسول اللہ کا ہے۔ اور وہ اس اعتراض کو دُور کرنے کے لئے لایا گیا ہے جو ما کان محمد ابا احد من رجالکم سے پیدا ہوتا تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ لفظ خاتم النّبیین بھی اسی اعتراض کو دُور کرتا ہے۔ اور لازماً اس لفظ کے وہ معنے کرنے چاہئیں۔ جو اس اعتراض کو دُور کریں۔ اور اگر کوئی شخص اس لفظ کے ایسے معنے کرے۔ جو اعتراض کو دُور کرنے والے نہ ہوں۔ اور ان معنوں کا پہلے اعتراض کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ تو وہ معنے عربی زبان کے لحاظ سے غلط ہوں گے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس آیت کے یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ کہ آپ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں۔ آؤ۔ ذرا غور کرو۔ کہ کیا یہ جملہ کہ آپؐ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں۔ اُس اعتراض کو دُور کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس ان معنوں سے لکن سے پہلا اعتراض دفع نہیں ہوتا۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ یہ معنے درست نہیں۔ اور جب یہ درست نہ ہوئے تو دروازہ بند نہ ہوا۔ دیکھو۔ اعتراض تو یہ ہے۔ کہ ابھی اقرار کیا تھا۔ کہ محمد رسول اللہؐ باپ ہیں۔ اور ابھی تم انکار کرتے ہو۔ تو آگے جواب دیا جاتا ہے۔ کہ وہ تو رسولوں کے بند کرنے والے ہیں۔ بھلا بتاؤ۔ کہ اس جملہ سے وہ اعتراض حل ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ قطعاً نہیں۔ حالانکہ عربی زبان کے رو سے لازمی بات ہے۔ کہ خاتم النبیین کے وہ معنے کئے جاویں۔ جو اس اعتراض کو دفع کریں۔ جس اعتراض کو لفظ رسول اللہ نے دفع کیا تھا سوال یہ ہے۔ کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم میں تم نے وارزواجہ امہاتھم والی ابوّت کا انکار کر دیا ہے۔ جواب دیا جاتا ہے۔ ولکن رسول اللہ۔ یعنی محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ جب رسولؐ ہیں۔ تو ابوّت بھی باقی ہے

اور اس سے انکار نہیں۔ کیونکہ جس الوہیت کا اقرار کیا تھا۔ وہ ۔۔ النبی اولی بالمؤمنین کے مطابق نبی اور رسول کی حیثیت سے تھی۔ اور چونکہ اب بھی ہم ولکن رسول اللہ کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اب بھی ہم اس روحانی الوہیت کے قائل ہیں۔ آگے وَ کے ساتھ خاتم النبیین فرمایا۔ لیکن اس کے معنے ایسے کئے جاتے ہیں۔ جو اعتراض کو دفع نہیں کرتے۔ اعتراض تو یہ تھا۔ کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم میں روحانی الوہیت کا انکار کیا گیا ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ اس اعتراض کا اور اس شک کا ازالہ کیا جاتا جواب دیا جاتا ہے۔ کہ ہاں اس نے نبیوں کو بند کر دیا۔ بھلا بتاؤ۔ کہ اس لفظ نے کہاں اعتراض کو دُور کیا۔ حالانکہ عربی کے لحاظ سے خاتم النبیین کے ایسے معنے درست ہونگے۔ جو اعتراض کو دور کریں۔ لیکن چونکہ ان معنوں نے اعتراض کو دُور نہیں کیا۔ اس لئے یہ معنے درست نہیں ؛ وھوا لمراد

سید محمد اسحاق - شاہ محمد ایگٹ پور - محمد حسین مرحوم میسلے

محمد اسمٰعیل - $9\frac{9}{17}$

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل

کا

دُوسرا پرچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل کے پرچے میں دس دلائل میں نے اس بارہ میں دئے تھے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد دروازۂ نبوت بند نہیں۔ اس کے بعد میں نے یہ بیان کیا تھا۔ کہ فریق ثانی کی طرف سے عموماً چند موانع پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کا بیان بھی ضروری ہے۔ پھر میں نے

ایک مانع آیت خاتم النبیین کو پیش کیا تھا۔ کہ دروازۂ نبوت کے بند کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب آیت خاتم النبیین کو سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق میں نے یہ بیان کیا تھا۔ کہ جو معنے اس آیت کے کئے جاتے ہیں۔ وہ سیاق اور سباق کے خلاف ہیں۔ اور جو معنے سیاق اور سباق کے خلاف ہوں۔ وہ درست نہیں ہوتے۔ جب وہ معنے درست نہ ہوئے۔ تو یہ آیت مانع نبوت ہی نہ رہی۔ کیونکہ مانع نبوت تبھی تک یہ آیت تھی۔ جب تک کہ وہ معنے اس سے لئے جاتے تھے۔ اب میں اس آیت کا اصل مطلب بیان کرتا ہوں۔ اس آیۃ کی تفسیر یہ ہے۔ کہ سورۂ احزاب کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم۔ یعنی محمد رسول اللہ صلعم بسبب نبی ہونے کے سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ دار ہیں۔ حتےٰ کہ آپؐ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ پس آپؐ کی بیویوں کو مسلمانوں کی مائیں کہکر اور پھر ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام قرار دے کر یہ بتایا۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم مسلمانوں کے باپ ہیں۔ کیونکہ جب آپؐ کی بیویاں جن سے ہمارا براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ ہماری مائیں بن گئیں۔ تو لامحالہ آپؐ ہمارے باپ ہوئے۔ لیکن آگے چلکر اسی سورۃ میں فرماتا ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں۔ تو معاً اعتراض پیدا ہوا۔ کہ ابھی تو آپؐ باپ بنے تھے۔ کہ آپؐ کی بیویاں جو غیر عورتیں ہیں۔ وہ بھی ہماری مائیں بن گئیں۔ اور ابھی باپ ہونے سے بالکل انکار کر دیا۔ اور النبی اولی بالمؤمنین والی آیت میں آپؐ بحیثیت رسولؐ ہونے کے ہمارے باپ بنے تھے۔ اور اب آپؐ باپ ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شاید نبوت جاتی رہی تھی۔ تو باپ نہ رہے۔ ورنہ اگر نبی رہتے۔ تو باپ بھی رہتے غرض یہ ایک اعتراض تھا۔ جو ماکان محمد ابا احد من رجالکم پہ پڑتا تھا۔ اس لئے آگے فرمایا لکن۔ اس لکن کے لفظ سے معلوم ہوا۔ کہ واقع میں

پہلی عبارت سے اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں لٰکن کا لفظ استدراک کے لئے آتا ہے۔ اور استدراک اسے کہتے ہیں۔ کہ پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہو۔ اسے دُور کیا جاوے۔ پس لٰکن نے بتایا۔ کہ ما کان محمد ابا احد من رّجالکم سے ایک اعتراض پیدا ہوتا تھا۔ اور جب کہ ہم بتا آئے ہیں۔ کہ وہ یہ اعتراض تھا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں رہے۔ کیونکہ تو باپ ہونے سے انکار کر بیٹھے ہیں۔ اس لئے لٰکن کے بعد فرمایا۔ رسول اللہ یعنی یہ اعتراض باطل ہے۔ وہ اب بھی رسول ہیں۔ اور جب رسول ہوئے۔ اور رسول اپنی اُمت کا باپ ہوا کرتا ہے۔ اس لئے آپؐ اب بھی مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ اور انکار جو کیا گیا تھا۔ تو وہ جسمانی ابوت سے کیا گیا تھا۔ اس روحانی ابوت سے ہرگز کبھی انکار نہیں ہوا۔ جو آپ کو بحیثیت رسول ہونے کے النبی اولی بالمومنین والی آیت میں مل چکی ہے۔ پس لفظ رسول اللہ نے اس اعتراض کو دُور کیا۔ اب اس لفظ رسول اللہ کے بعد وَ ہے۔ اور وَ کے بعد خاتم النبیین ہے۔ عربی دان جانتے ہیں۔ کہ جن دو لفظوں کے درمیان وَ آوے وہ دونو لفظ حکم میں شریک ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم کہیں جاء زید و عمرو اس فقرہ میں عمرو اور زید کے درمیان واؤ آتی ہے۔ جس نے بتا دیا۔ کہ زید اور عمرو دونو جاء کے فعل میں شریک ہیں۔ اسی طرح ضروری ہے۔ کہ اس آیت میں رسول اللہ اور خاتم النبیین بھی شریک ہوں۔ اور دونو کی ایک ہی غرض ہو۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ لفظ رسول اللہ کی غرض اعتراض کا دفع کرنا تھا۔ تو ماننا پڑا۔ کہ خاتم النبیین بھی اس اعتراض کو دُور کرنے کے لئے آیا ہے۔ کیونکہ جن دو لفظوں کے درمیان وَ آئی ہوئی ہو۔ ان میں سے پہلے کا نام معطوف علیہ اور دوسرے کا نام معطوف ہوتا ہے۔ اور عربی دان جانتے ہیں۔ کہ معطوف کو اگر معطوف علیہ کی جگہ رکھ دیں۔ تب بھی عبارت درست رہتی ہے۔ اور مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ جاء زید و عمرو کی جگہ جاء عمرو و زید کہدیں۔ تو مطلب ایک ہی رہتا ہے۔ اس طرح ضروری ہے۔ کہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّن کی جگہ اگر ولٰکن خاتم النبیین و رسول اللہ

پڑھیں۔ تو بھی عبارت میں کوئی سقم نہ آویگا۔ یعنی جو غرض رسول اللہ سے پوری ہوئی۔ اور جس طرح رسول اللہ کے لفظ سے آیت ماسبق پر جو اعتراض پیدا ہوتا تھا۔ دور ہوا۔ اسی طرح اگر لکن کے بعد خاتم النبیین آوے۔ تو وہ بھی اس غرض کو پورا کریگا۔ اور اس کے ذریعہ سے بھی وہ اعتراض دور ہوگا۔ اب ہم کو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ خاتم النبیین کے وہ معنے درست ہوں گے۔ جو کہ اس اعتراض کو دور کریں۔ جیسے رسول اللہ کے لفظ نے دور کیا تھا۔ اور وہ معنے جو اس اعتراض کو دور نہ کریں۔ وہ درست نہ ہونگے۔ اور جو معنے درست نہ ہوں۔ ان سے استدلال ہی نہیں ہوسکتا۔ اب ہم پہلے وہ معنے لیتے ہیں۔ جو فریق ثانی کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

کہ آپ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں۔ اب آیت کو یوں پڑھو۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن خاتم النبیین۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں نبیوں کو بند کرتے ہیں۔ بھلا بتاؤ۔ کہ کیا ان معنوں نے ماکان محمد ابا احد من رجالکم والے اعتراض کو دور کیا؟ ہرگز نہیں۔ اعتراض تو یہ ہے۔ کہ محمدؐ روحانی باپ نہیں رہے۔ اور جواب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے نبیوں کو بند کردیا۔ پس چونکہ یہ معنے اس اعتراض کو دور نہیں کرتے۔ جس اعتراض کو دور کرنے کے لئے لکن کا لفظ آیا ہے۔ اور جس اعتراض کو لفظ رسول اللہ نے دور کردیا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ معنے درست نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر اصل معنے کیا ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خاتم النبیین دو لفظوں سے مرکب ہے ایک خاتم اور النبیین۔ خاتم کے معنے ہیں مُہر کے۔ تو اس آیت میں رسول کریمؐ کو نبیوں کی مُہر کہا گیا ہے۔ لیکن یہ نہ بھولنا چاہیئے ہیں۔ کہ رسول کریمؐ بشر تھے۔ مُہر نہ تھے۔ مُہر تو ایک بے جان دھات کی بنی ہوئی انگلی میں پہننے والی چیز ہے۔ اور رسول کریمؐ بشر ہیں۔ انسان ہیں۔ پس حقیقۃً تو آپ مُہر نہیں۔ اس لئے ہم کو مجازی معنے لینے پڑیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے

دوسرا جاؔ و منیراؔ یعنی محمد رسول اللہ چراغ ہیں یا سورج ہیں۔ اب حقیقتاً سورج اور چراغ تو آپ نہیں۔ مجازی معنے مراد ہیں۔ یعنی آپ وہ کام دیتے ہیں۔ جو کام چراغ اور سورج دیتا ہے۔ یعنی مخلوق کو روشنی پہنچانا۔ اسی طرح جب آپؐ کو مہر کہا۔ اور ہم نے دیکھا۔ کہ آپؐ حقیقتاً مہر تو نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مجازی معنے مراد ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ خاتم یعنی انگوٹھی والی مہر کام کیا دیتی ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ مہر اس لئے لگائی جاتی ہے۔ کہ جس کاغذ پر مہر ہے۔ وہ باسند ہو جاوے جس طرح کہ کوئی خط بغیر دستخط کے سند کے قابل نہیں ہوتا۔ اسی طرح مہر بھی سند کے لئے ہوتی ہے۔ دیکھو سلاطین کے فرامین پر ان کی مہر ہوتی ہے کیوں؟ اس لئے کہ دنیا مان لے۔ کہ یہ واقعہ میں سلاطین کے فرامین ہیں۔ اسی طرح تاجر کتب لکھتے ہیں۔ کہ کوئی کتاب بغیر ہماری مہر کے اگر ہو۔ تو وہ سرقہ سمجھی جائے گی۔ اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ مہر اس لئے ہوتی ہے۔ کہ جس فرمان یا کتاب یا کاغذ پر لگے۔ قابل سند ہو جاوے۔ خود بخاری شریف میں لکھا ہے۔ کہ جب رسول کریمؐ نے چاہا۔ کہ بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط لکھیں۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ قیصر و کسریٰ کبھی آپؐ کے خط نہ لینگے۔ جب تک آپؐ کی ان پر مہر نہ ہو۔ اب یہ مہر کیا خط والے مضمون کو ختم کرنے کی علامت تھی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ معلوم ہو کہ واقعہ میں محمد رسول اللہ صلعم کا بھیجا ہوا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک مہر بنوائی۔ اور خطوط پر لگا کر بھیجی۔ تب بادشاہوں نے یہ دیکھکر بھیجنے والے کی مہر اس پر ثبت ہے۔ ان خطوں کو لیا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ مہر کی غرض تصدیق ہوتی ہے۔ اور بغیر مہر کے کوئی فرمان قابل قبول نہیں ہوتا۔ پس ان معنوں کے رو سے آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی کوئی نبی خواہ پچھلا ہو۔ یا پہلا۔ کوئی بھی ہو۔ اس کی نبوت ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ رسول کریمؐ کی مہر تصدیق اس پر نہ ہو۔ اب اس بات کو واقعات سے ملاؤ۔ تو ان معنوں پر کامل یقین ہو جاتا ہے دیکھو۔ آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے نبیؑ ہیں۔ ہم نام لیکر ایک شخص کو بھی

نبی نہیں کہ سکتے تھے۔ جب تک کہ رسول کریمؐ کے ذریعہ ان کی نبوت کا ہمیں پتہ نہ لگا۔ ہم بڑی آسانی سے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی اور رسول کہتے ہیں لیکن اگر رسول کریمؐ نہ آئے ہوئے ہوتے۔ تو ہمیں یقینی طور پر پتہ بھی نہ لگتا۔ کہ نوحؑ کوئی شخص بھی گذرا ہے۔ پس یہ رسول کریمؐ کی بڑی بھاری فضیلت ہے۔ کہ کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں۔ جب تک رسول کریمؐ کے ذریعہ اس کا ہمیں پتہ نہ لگے۔ دیکھو۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے۔ لیکن ہم صرف پچیس نبیوں کا نام لے کر انہیں نبی کہتے ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ محمد رسول اللہ کے ذریعہ قرآن مجید نازل ہوا۔ اور ان میں صرف ان پچیس کا نام ہے۔ پس خاتم النبیین کے یہ معنے ہونگے۔ کہ آپ نبیوں کی مُہر ہیں۔ اور جس طرح کوئی فرمان شاہی بغیر مُہر کے سچا ثابت اور قابل عملدرآمد نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی نبی کی نبوت قابل تسلیم نہیں۔ جب تک رسول کریمؐ کی تصدیقی مہر اس کی نبوت کی گواہی نہ دے اور جس طرح خدا کا عام قانون ہے۔ کہ بغیر باپ کے بیٹے کا ظہور نہیں ہوتا۔ اسی طرح بغیر رسول کریمؐ کی تصدیق کے کسی نبی کی نبوت کا ظہور نہیں ہو سکتا اب ہمارے معنوں کو پوری آیت میں رکھو۔ اور ترجمہ کرو۔ اور دیکھو۔ کہ یہ معنے پہلے اعتراض کو دُور کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر دُور کرتے ہیں۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ یہ معنے درست ہیں۔ پوری آیت یہ ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم۔ یعنی محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ تو اعتراض پیدا ہوا۔ کہ پہلے اقرار کیا تھا کہ رسول ہونے کی وجہ سے باپ ہیں۔ اور اب انکار کر دیا۔ معلوم ہوا۔ کہ رسول نہیں ہے تو فرمایا۔ ولکن رسول اللہ یعنی اب بھی محمد رسول اللہ صلعم مومنوں کے باپ ہیں کسی کو ہم مومن نہیں کہہ سکتے۔ جب تک کہ محمد رسول اللہ کے بیان کردہ قواعد کے مطابق وہ مومن ثابت نہ ہو۔ بلکہ محمد رسول اللہ کی شان تو یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی ان کی مُہر کے بغیر مومن بننا تو کیا۔ بغیر آپؐ کی مُہر کے تو کسی نبی کی نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اب دیکھو کہ یہ معنے اس اعتراض کو

دُور کرتے ہیں۔ اور یقیناً دُور کرتے ہیں۔ اور اس استدلال کو آسان بنانے کے لئے ہم بجائے رسول اللہ کے خاتم النبیین کو آیت میں رکھتے ہیں۔ آیت یوں سمجھئے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن خاتم النبیین یعنی محمد تم مردوں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن اس پر یہ اعتراض نہ کرنا۔ کہ اب ان کی رسالت جاتی رہی۔ کیونکہ ان کی رسالت نے کیا جانا تھا۔ وہ تو اس شان کا انسان ہے۔ کہ اوروں کی رسالت بھی اس کی مُہر سے ثابت ہوتی ہے۔ پس جس کا درجہ یہ ہے۔ کہ اور نبیوں کی نبوّت اس کی تصدیق کے بغیر ثابت نہیں۔ اور اس کے کہنے سے ہی رسولوں کی رسالت ثابت ہوتی ہے۔ اس کی اپنی رسالت میں کیا شبہ اور جب اس کی رسالت میں شبہ نہیں۔ تو وہ روحانی باپ بھی ہوئے۔ کیونکہ النبی اولی بالمومنین میں جو ابوت آپ کو دی گئی تھی۔ وہ بحیثیت رسول ہونے کی تھی۔ اور چونکہ اب بھی رسول ہیں۔ بلکہ ایسے رسول ہیں کہ اوروں کی رسالت کا ظہور ان کے ذریعہ ہو۔ اس لئے ماننا پڑا۔ کہ اب بھی روحانی باپ ہیں۔ اور اس طرح وہ اعتراض دُور ہوا۔

دُوسری بات

اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت سے یہ مطلب نہیں سمجھتے تھے۔ کہ میں نبیوں کو بند کرنے آیا ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آیت خاتم النبیین جو نازل ہوئی تھی۔ تو زید اور زینب کے جھگڑے میں نازل ہوئی۔ اور کتب احادیث اور تواریخ سے واضح ہے۔ کہ زید و زینب کا جھگڑا ۴ھ ہجری میں ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ آیت ۴ھ ہجری میں نازل ہوئی۔ اور کھلے لفظوں میں ظاہر کیا گیا۔ کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ پھر اس آیت کے نزول کے چار برس بعد مقوقس شاہ مصر نے ماریہ نام ایک قبطی لونڈی بطور تحفہ کے رسول کریم کی خدمت میں بھیجی۔ اور ۷ھ ہجری میں یعنی اس آیت کے نزول کے پورے پانچ برس بعد آپ کے ہاں حضرت ماریہ قبطی کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوا۔ جس

کا نام رسول اللہ نے ابراہیمؑ رکھا۔ جو پیدائش کے ستر دن بعد بقضائے الٰہی
فوت ہو گیا۔ تو ابن ماجہ میں جو صحاح ستہ کی ایک معتبر کتاب ہے۔ لکھا ہے
کہ رسول کریمؐ نے اس کا جنازہ پڑھتے وقت فرمایا۔ لو عاش ابراھیم لکان
صدیقاً نبیاً یعنی اگر میرا یہ بیٹا زندہ رہتا۔ تو ضرور نبی ہوتا۔ حالانکہ جب
آیت خاتم النبیین نازل ہو چکی تھی۔ اور بقول فریق ثانی آپ پر ظاہر کر دیا گیا تھا
کہ آپ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں۔ تو کیا وجہ کہ آپ باوجود آیت کی موجودگی کے
فرماتے ہیں۔ کہ اگر زندہ رہتا۔ تو نبی ہوتا۔ بلکہ اگر واقعہ میں خاتم النبیین کا یہ مطلب
تھا۔ کہ آپ نبیوں کے بند کرنے والے ہیں۔ تو یوں فرماتے کہ یہ میرا بیٹا اگر زندہ بھی
رہتا۔ تو نبی نہ ہوتا۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین نازل ہو چکی ہے۔ مگر آپؐ نے ایسا نہیں
فرمایا۔ بلکہ اس کے خلاف فرمایا۔ کہ اگر زندہ رہتا۔ تو نبی ہوتا۔ پس رسول کریمؐ کا
یہ فرمانا۔ کہ اگر زندہ رہتا۔ تو نبی ہوتا۔ نص صریح ہے اس بات پر کہ رسول کریمؐ کے
نزدیک آیت خاتم النبیین کسی نبی کے آنے کی مانع نہیں ورنہ آپؐ اس آیت کی
موجودگی میں کبھی نہ فرماتے۔ کہ ابراہیم زندہ رہتا۔ تو نبی ہوتا۔ اس جگہ بعض
لوگ کہ دیا کرتے ہیں۔ کہ اس حدیث میں لو کا لفظ آیا ہے۔ اور لو ناممکن باتوں
پر آتا ہے۔ مگر عربی سے ناواقفی انہیں غلطی میں ڈالے ہوئے ہے۔ اصل بات
یہ ہے۔ کہ لو ہمیشہ دو جملوں پر آتا ہے۔ ان میں سے پہلا جملہ ناممکن ہوتا
ہے۔ مگر دوسرا جملہ ممکن بلکہ واجب ہوتا ہے۔ دیکھو اس حدیث میں بھی دو
جملوں پر لو آیا ہے۔ ایک عاش ابراھیم پر دوسرا لکان نبیا پر پس لو نے
بتایا۔ کہ زندگی ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ فقرہ تو اس وقت فرمایا تھا۔ جب کہ ابراہیم
فوت ہو چکا تھا۔ اور فوت ہونے کے بعد زندگی تو ناممکن ہے۔ پس یہاں پر لو
نے نبی کے آنے کو ناممکن نہیں بنایا۔ بلکہ لو کا لفظ عاش پر آیا ہے۔ یعنی اگر
زندہ رہتا۔ مطلب یہ کہ اب زندگی محال ہے۔ مگر درصورت زندگی کے نبوت محال
نہ تھی۔ بلکہ واجب تھی۔ پس یہ عربی کی ناواقفی کی وجہ سے غلطی پیدا ہوئی ہے

لو کا لفظ نبوت اور کسی نبی کے آنے کو ناممکن نہیں ٹھہراتا۔ بلکہ صرف اتنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ ابراہیم کی زندگی محال ہے۔ ہاں زندگی کی صورت میں نبوت واجب ہے۔ تو اس لو نے تو نبوت کو ممکن بلکہ واجب ثابت کیا۔ نہ کہ ناممکن اور محال اور اگر مان بھی لیا جاوے۔ کہ ناممکن بات کو رسول کریم نے پیش کیا۔ تو میں کہونگا۔ کہ بجائے اس کے یوں کیوں نہ کہ دیا۔ اگر یہ بیٹا زندہ رہتا۔ تو نبی ہو جاتا۔ کیونکہ یہ بھی ناممکن ہے۔ پس اگر ناممکن باتوں سے ہی بیٹے کی فضیلت بتانی تھی۔ تو کوئی بڑی ہی ناممکن بات بیان کرنی چاہئے تھی۔ اس کا یہی جواب فریق ثانی دیگا۔ کہ یہ فقرہ اس لئے نہیں فرمایا۔ کہ انسان کا خدا ہونا محال ہے۔ تو میں کہونگا۔ کہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنے ہوں۔ کہ آپ نبیوں کو بند کرنے والے ہیں۔ تو آئندہ نبی بننا بھی تو ناممکن ہو گیا تھا۔ پس کیا وجہ کہ فضیلت کے لئے معمولی ناممکن بات پیش کی۔ چاہئے تھا۔ کہ کوئی بڑی سے بڑی فضیلت والی ناممکن بات کو پیش کرتے۔

مانع دوم اب میں پہلے مانع کی تردید کر چکا ہوں۔ دوسرے مانع کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ دوسرا مانع جو نبوت کے بند کرنے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے۔ اس سے یوں استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ دین کامل ہو گیا ہے۔ اور اب دین میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اب نبی بھی کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے بالکل غلط ہے۔

وجہ اوّل۔ کہ اس میں نبی کا تو ذکر ہی نہیں۔ اور نہ رسول کا تذکرہ ہے۔ بلکہ اس میں تو صرف اسلام کے کامل ہونے کا ذکر ہے۔ پس اسلام کے کامل ہونے سے کسی نبی کی بعثت کا کیا تعلق ہے۔ سو جس آیت میں نبوۃ یا رسالت کا تذکرہ تک نہیں۔ اس آیت سے رسالت و نبوت کے بند ہونے کا استدلال کیا جاوے۔ تو کیسی عجیب مضحکہ خیز بات ہوگی؟

وجہ دوم ۔ یہ کہ اگر قرآن مجید نے یہ بتایا ہوتا ۔ کہ نبی آتا اس لئے ہے کہ نیا دین لائے ۔ تب تو بے شک اس آیت سے استدلال ہو سکتا ہے ۔ کہ چونکہ نبی آتے ہی اس لئے ہیں ۔ کہ نیا دین لاویں ۔ اور آیت اکملت لکم دینکم سے معلوم ہوا ۔ کہ اب نئے دین کے آنے کی گنجائش نہیں ۔ اس لئے معلوم ہوا ۔ کہ اب نبی بھی نہیں آسکتا ۔ لیکن قرآن سے یہ ثابت ہی نہیں ۔ کہ نبی کی غرض دین جدید کا لانا ہے ۔ اس بات کو کسی جگہ بھی قرآن نے بیان نہیں فرمایا ۔ تو جب قرآن مجید کے نزدیک نئے دین کا لانا نبی کی بعثت کے لئے ضروری نہیں ۔ تو اسلامی دین کا کامل ہونا کسی نبی کی آمد کے امکان کو باطل نہیں کرتا ۔ اور جب اس آیت نے امکان کو باطل نہ کیا ۔ تو امکان موجود رہا ۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے ۔

وجہ سوم ۔ تیسرا جواب یہ ہے ۔ کہ اگر کسی کتاب یا دین کے کامل ہونے سے نبوت کا دروازہ بند ہوتا ہے ۔ تو یاد رکھو ۔ کہ بنی اسرائیل کے سینکڑوں نبیوں کی نبوت کا انکار کرنا پڑیگا ۔ کیونکہ جس طرح قرآن مجید کامل کتاب ہے ۔ اسی طرح تورات بھی اپنے وقت میں کامل کتاب تھی ۔ فرق صرف یہ ہے ۔ کہ قرآن تمام دنیا اور قیامت تک کے لئے ہے ۔ اور توریت صرف بنی اسرائیل کے لئے اور اس کا زمانہ موسیٰؑ سے لے کر اسلامی دور تک تھا ۔ پس اگر قرآن اور اسلام کے کامل ہونے سے لازم آیا ۔ کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہو ۔ تو اس طرح یہ بھی لازم آویگا ۔ کہ توریت کے کامل ہونے اور موسوی شریعت کے کمال کی وجہ سے موسےٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہ آوے ۔ حالانکہ قرآن مجید صاف لفظوں میں فرماتا ہے ۔ وقفینا من بعدہ بالرسل ۔ یعنی موسےٰؑ کے بعد معاً ہم نے رسول بھیجنے شروع کر دئے ۔ اس جگہ کوئی شخص یہ نہ کہدے ۔ کہ یہاں رسول کا لفظ ہے ۔ نبی کا نہیں ۔ اُسے یاد رکھنا چاہئے ۔ کہ بخاری کی صحیح حدیث میں رسول کریمؐ فرماتے ہیں ۔ کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما

ھلک نبی خلفہ، نبی یعنی بنی اسرائیل میں اللہ تعالےٰ کی یہ سنت تھی۔ کہ جب ان میں کوئی نبی فوت ہوجاتا۔ تو معاً دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ پس اس حدیث نے قفینا من بعدہ بالرسل کی تشریح کردی۔ کہ معاً موسےٰؑ کے بعد نبی مبعوث ہوئے۔ حالانکہ اگر دین کے کامل ہونے سے نبی کی آمد کا امکان اڑ جاتا ہے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ موسوی شریعت میں معاً موسیٰؑ کے بعد نبی نہ مبعوث ہوتا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے لیئے تو کم سے کم وہ شریعت کامل تھی۔ پس جس طرح یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ قرآن چونکہ ساری دنیا کے لیئے کامل کتاب ہے اس لیئے اب تمام دنیا میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح یہ بھی کوئی شخص استدلال کرسکتا ہے۔ کہ توریت چونکہ بنی اسرائیل کے لیئے اور ایک خاص زمانہ تک کامل کتاب تھی۔ اس لیئے بنی اسرائیل میں بھی موسےٰؑ کے بعد کوئی نبی معاً مبعوث نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ صاف طور پر قرآن مجید کہتا ہے کہ قفینا من بعدہ بالرسل یعنی موسےٰؑ کے بعد معاً رسول آنے شروع ہوئے اور بخاری کی حدیث کلما ھلک نبی خلفہ نبی بھی یہی کہتی ہے۔ کہ معاً موسیٰؑ کے بعد نبی مبعوث ہوگیا۔ بائبل اور اسلامی تاریخیں بھی کہتی ہیں۔ کہ موسیٰؑ کی وفات کے بعد یوشعؑ نبی ہوئے۔ حالانکہ اس وقت توریت کامل تھی۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ توریت کے کامل ہونے کا خواہ وہ مختص الزمان ہی کیوں نہ ہو۔ کیا ثبوت ہے؟ اس کا یہ جواب ہے۔ کہ اس کا تذکرہ خود قرآن مجید نے کیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ثم اٰتینا موسی الکتٰب تماماً علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیٔ وھدی ورحمۃ۔ ترجمہ یہ ہے۔ کہ توریت تماماً یعنی کامل کتاب تھی۔ اور ہر چیز کی اس میں تفصیل تھی۔ اور وہ ہدایت اور رحمت تھی۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما ورحمۃ یعنی اسلامی دور سے پہلے تک توریت امام اور رحمت تھی۔ ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون

یعنی توریت ایسی کتاب تھی۔ کہ اس کے مطابق بہت سے نبی حکم کرتے تھے۔ پس یہ تمام آیات بتاتی ہیں۔ کہ توریت بنی اسرائیل کے لئے ایک کامل کتاب تھی حالانکہ موسےٰؑ کے بعد معاً نبی آئے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ کسی کتاب یا دین کا کامل ہونا مانع امکان آمد نبی نہیں۔ و ہو المراد ؛

مانع سوم تیسرا مانع بخاری کی ایک حدیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی کو پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث رسول کریمؐ کے بعد کسی نبی کی آمد کے لئے بالکل روک نہیں۔ بوجوہ چند:

وجہ اوّل ۔ یہ کہ بفرض محال اگر یہ حدیث نبوت کی روک بھی ہوگی۔ تو صرف حضرت علیؓ کے لئے ہوگی۔ کیونکہ اس حدیث کے دو ٹکڑے ہیں۔ پہلے اثبات پھر نفی۔ اثبات تو یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ کو ہارون کا درجہ حاصل ہے۔ دوسرے میں نفی ہے نبوت کی۔ تو چاہیئے۔ کہ چونکہ پہلے ٹکڑے میں ہارون کے درجہ کا اثبات صرف حضرت علیؓ کے لئے ہے۔ اسی طرح نبوت کی نفی بھی صرف حضرت علیؓ کے لئے ہو۔ پس یہ حدیث اگر روک بھی ہوگی۔ تو صرف حضرت علیؓ کے لئے نہ کہ مطلق۔ اور جب یہ نفی مطلق روک نہ ہوئی۔ تو امکان نبوت خود بخود ثابت ہوا۔

جواب دوم ۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہاں پر جو نبوت کی نفی کی۔ تو معلوم ہوا کہ پہلے جملہ سے نبوت کا گمان پیدا ہوتا تھا۔ تبھی تو لا کر نبوت کی نفی کرنی پڑی۔ اب پہلے جملہ کو دیکھو۔ جس سے نبوت کے جاری ہونے کا گمان پیدا ہوتا تھا۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ ہے۔ اب بظاہر اس حدیث میں نبی کے آنے کا تو ذکر نہیں۔ صرف اتخاذ کر ہے۔ کہ حضرت علیؓ کو ہارون سے مشابہت ہے۔ اور یہ بھی کیوں؟ صرف اس لئے کہ رسول کریمؐ جب جنگ تبوک میں تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؓ کو مدینہ پر حاکم مقرر کر گئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ اتترکنی فی النساء والصبیان کیا حضور مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ چلے

ہیں۔ اس پر رسول کریمؐ نے فرمایا۔ کہ میرا تجھے اپنی جگہ چھوڑ جانا اسی طرح ہے۔ جس طرح موسیٰؑ کوہ طور پر گئے۔ اور ہارون کو کہا۔ اخلفنی فی قومی یعنی تو میری قوم میں میرا جانشین بن۔ پس تو میرا اس سفر میں خلیفہ بنکر ہارون کے مشابہ ہوگیا۔ مگر ہارون موسیٰؑ کے بعد آپ کی غیر حاضری میں جس طرح خلیفہ تھا۔ اسی طرح نبی بھی تھا۔ مگر لا نبی بعدی یعنی میری غیر حاضری میں صرف خلافت ہی ہوگی۔ نبوت نہ ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ یہاں پر بعدی سے موت وفات کے بعد نہیں۔ بلکہ بعدی سے مراد غیر حاضری ہے اور یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ موسیٰؑ کی غیر حاضری میں جسطرح علاوہ خلافت کے نبوۃ بھی کام کرتی تھی۔ اس طرح رسول کریمؐ کی غیر حاضری میں نبوت نہ تھی۔ محض خلافت تھی پس خلاصہ مطلب اس جواب کا یہ ہوا۔ کہ اس حدیث میں بعدی سے وفات کے بعد کا زمانہ مراد نہیں۔ بلکہ بعدیت سے مراد صرف غیر حاضری ہے۔ کیونکہ علیؓ کو جانشینی اور خلافت میں ہارون کا مثیل بنایا۔ تو یہ جانشینی اور یہ خلافت بعد وفات کے نہ تھی۔ بلکہ آپؐ کی زندگی اور غیر حاضری میں تھی۔ پس جس نبوت کی نفی کی۔ وہ بھی غیر حاضری میں ہی کی۔ خود قرآن مجید اس ہارونؑ و موسیٰؑ کی خلافت کے بارے میں بعد کے معنے حل کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر الہام ہوا۔ ولقد فتنّا قومك من بعدك واضلهم السامری یعنی اے موسیٰؑ ہم نے تیری قوم کو تیرے بعد یعنی تیری غیر حاضری میں فتنہ میں ڈالا۔ اور انہیں تیری غیر موجودگی میں سامری نے گمراہ کردیا۔ اس آیت نے بعدی کی تشریح کردی۔ کہ بعدی سے مراد غیر حاضری ہے۔ نہ کہ بعد وفات۔ پس تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر علیؓ کو کہا گیا۔ کہ تو ہارونؑ کی طرح میرا خلیفہ ہے۔ میرے بعد یعنی میری غیر حاضری میں مگر ہارون تو موسیٰؑ کی غیر حاضری میں علاوہ خلافت کے نبوت بھی رکھتے تھے۔ یہاں پر ایسا نہیں ہوگا۔ کہ کوئی میری غیر حاضری میں صاحب نبوت بھی ہو۔ بلکہ محض خلافت ہی خلافت ہوگی۔ اور اس کے بھی ہم قائل ہیں۔ کہ جنگ تبوک کی غیر حاضری میں کوئی نبی نہ تھا۔ لیکن اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ قیامت

تک کے لئے کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث تو محض جنگ تبوک کے ایام غیر حاضری میں کسی نبی کی مانع ہے۔ نہ کہ قیامت تک کے لئے۔

چوتھا جواب یہ ہے۔ کہ یہاں پر نبی سے پہلے لا آیا ہے۔ اور لا کے لئے ضروری نہیں۔ کہ نفی جنس کے لئے ہی آیا ہو۔ بلکہ نفی موصوف کے لئے بھی آتا ہے۔ پس یہاں پر ہم لا نبی میں جنس کی نفی مراد نہیں لیتے۔ بلکہ نفی موصوف مراد لیتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ یہاں پر نبی کو کسی صفت کا موصوف ٹھیراویں چند مثالیں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جن میں لا نے نفی موصوف کی ہو۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب (۲) لا دین لمن لا امانۃ لہ (۳) لا دین لمن لا عہد لہ (۴) لا فتی الا علی (۵) لا سیف الا ذوالفقار دیکھو عربی کے ان پانچوں فقروں میں لا نے نفی جنس نہیں کی۔ بلکہ نفی موصوف کا کام دیا ہے۔ اور اگر لا نبی میں نفی موصوف تسلیم کیا جاوے۔ تو یہ حدیث نبوت کی روک نہ رہے گی۔

پانچواں جواب۔ یہ ہے۔ کہ جس طرح لا نبی بعدی رسول کریمؐ نے فرمایا ہے اسی طرح بعینہٖ بخاری میں یہ حدیث بھی ہے۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔ اب دیکھئے کہ لا نبی بعدی کی طرح یہ فقرہ ہے۔ کہ لا قیصر بعدہ یعنی جب موجودہ قیصر مرجائیگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ حالانکہ وہ قیصر مرگیا۔ تو اس کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ اب یہاں پر خود محدثین نے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ لا قیصر سے یہ مراد نہیں۔ کہ مطلقاً قیصر ہی نہ ہوگا۔ بلکہ مطلب یہ کہ موجودہ قیصر کے ہم مرتبہ اور ویسی شان و شوکت والا قیصر نہ ہوگا۔ پس ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ لا نبی بعدی میں یہ ذکر نہیں۔ کہ مطلقاً نبی ہی نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ذکر ہے۔ کہ رسول کریمؐ کے ہم مرتبہ اور آپؐ کے ہم پلہ نہ ہوگا۔ بلکہ جو بھی ہوگا۔ آپؐ کا خادم ہوگا۔ یہاں پر ہم شرح بخاری سے اس حدیث کی تفسیر دکھاتے ہیں۔ وہاں لکھا ہے۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ قال الخطابی معنہ فلا قیصر بعدہ یملک مثل ما یملک ھو۔ یعنی اس حدیث کے یہ

معنے نہیں۔ کہ مطلقاً قیصر نہ ہوگا۔ بلکہ صرف اتنا مطلب ہے۔ کہ موجودہ قیصر کی ایسی وسیع مملکت والا نہ ہوگا۔

چھٹا جواب ۔ یہ ہے۔ کہ عربی زبان میں بعد کے معنے زمانہ ہی کے نہیں آتے۔ بلکہ مقابلہ اور مخالفت کے لئے بھی عام طور پر مستعمل ہوتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں فماذا بعد الحق الا الضلال لکھا ہے۔ یہاں پر بعد کا لفظ ظرف زمان نہیں۔ بلکہ یہ معنے ہیں۔ کہ جو بات حق کے خلاف ہوگی۔ وہ ضلال ہوگی۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ فبای حدیث بعد اللہ و ایتہ یومنون یہاں پر بعد سے مراد پیچھے نہیں۔ کیونکہ کیا اللہ تعالےٰ کی وفات ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ کے بعد کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بلکہ بعد سے مراد مخالف ہے۔ یعنی اللہ اور اس کی آیات کے خلاف کسی بات کو نہ ماننا چاہئے۔ پس لا نبی کے یہ معنے بھی بن سکتے ہیں۔ کہ جس طرح مجھ سے پہلے یہ ممکن تھا۔ کہ ایک نبی دوسرے کی شریعت کو منسوخ کر کے اس کے خلاف دستور العمل کا اجراء کر سکتا تھا۔ اب ایسا نہ ہوگا۔ کہ کوئی نبی میری شریعت کو منسوخ کرے۔ چنانچہ یہ معنے ایسے ہیں۔ کہ مجمع البحار جو لغت کی کتاب ہے۔ اس میں خود اس حدیث کے یہ معنے لغت کے لحاظ سے کئے ہیں۔ جنہیں ہم بطور لغوی سند کے پیش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے:۔ وھذا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ یعنی رسول کریمؐ نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ لا نبی بعدی اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ مطلقاً کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ ایسا نبی کوئی نہ ہوگا۔ جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

مانع چہارم چوتھا مانع یہ حدیث ہے۔ مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل قصر احسن بنیانہ و ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ۔ یہ حدیث نبوت کے دروازہ کو مسدود کرنے کے لئے ثبوت میں پیش کرنا

ایک مضحکہ خیز امر ہے۔ ذرا سے غور سے مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں قبل کے لفظ الانبیاء کی صفت واقع ہوئے ہیں۔ یعنی یہ مثال جو میں اپنی اور نبیوں کی دیتا ہوں۔ یہاں پر نبیوں سے مراد مجھ سے پہلے نبی ہیں۔ اور اس کے ہم بھی منکر نہیں۔ ہم بھی تو یہی مانتے ہیں۔ آپ اپنے سے پہلوں کے مقابل میں سب سے آخری ہیں۔ پس جو لوگ استدلال کرتے ہیں۔ وہ من قبلی کے لفظ کو ملحوظ رکھیں۔ کہ من قبلی صفت ہے الانبیاء کی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے قد خلت من قبلہ الرسل اس میں من قبلہ الرسل کا لفظ الرسل کے لئے قید ہے۔ یعنی وہ تمام نبی جو آپ سے پہلے تھے۔ وہ وفات پا گئے۔ اسی طرح اس حدیث میں جو رسول کریم نبیوں کے مکان کی آخری اینٹ بنتے ہیں۔ تو ذرا غور سے الانبیاء کے بعد من قبلی کا لفظ بھی دیکھو۔ جو انبیاء کو مخصوص کرتا ہے۔ اور اس کو ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ اگر رسول کریمؐ اور آپؐ سے پہلے نبیوں کی ایک عمارت فرض کریں۔ تو آپؐ اس کی آخری اینٹ ہوں گے۔ پس اس حدیث میں آپؐ اپنے آپ کو بمقابلہ پہلے نبیوں کے آخری اینٹ کہتے ہیں۔ نہ کہ مطلقاً۔ اس کے بعد کے نبیوں کی نفی نہیں نکلتی۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے۔

مانع پنجم یہ حدیث ہے۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ اس کے کئی جواب ہیں:۔

جواب اوّل۔ کہ یہ حدیث ترمذی میں آئی ہے۔ اور ترمذی ہی میں لکھا ہے۔ ھٰذا حدیث غریب۔ اور حدیث غریب حجت کے لائق نہیں۔

جواب دوم۔ بعدیت دو قسم کی ہوتی ہے۔ متصلہ اور منفصلہ۔ اس حدیث میں بعدیت متصلہ مراد ہے۔ یعنی اگر میرے بعد کسی نے نبی ہونا ہوتا۔ تو عمر ہوتا۔ اگر کوئی کہے۔ کہ یہاں پر بعدیت منفصلہ بھی مراد ہے۔ تو میں کہونگا۔ کہ یہ بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ دو سو برس بعد کا زمانہ بھی تو بعدیت منفصلہ ہے۔ اب اگر بعدی کی جگہ دو سو برس کا لفظ رکھو۔ تو کیا معنے درست ہوں گے ہرگز نہیں۔

کیونکہ معنے یہ نہیں گے۔ کہ اگر دو سو برس بعد میرے کسی نے نبی بننا ہوتا۔ تو عمر ہوتا۔ یہ معنے بالکل مہمل ہیں۔ کیونکہ عمر نے دو سو برس زندہ رہنا ہی نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہاں پر بعدیت سے زمانہ متصل بزمانہ رسالت محمدیہ مراد ہے۔ پس نفی نبوت خاص زمانہ کے ساتھ مختص ہوئی۔ اور قیامت تک کے لئے نہ رہی۔ حالانکہ ہم صرف اس بات کے مدعی ہیں۔ کہ قیامت تک ایک منٹ کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ امکان ثابت کر دیں۔

جواب سوم۔ یہ ہے۔ کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ شرعی مسائل میں حضرت عمرؓ کے خیال اور وحی رسول کریمؐ میں بہت توارد ہوتا تھا۔ مثلاً پردہ۔ اذان وغیرہ وغیرہ۔ اس پر رسول کریمؐ نے فرمایا۔ کہ لو کان بعدی نبیا لکان عمر یعنی اللہ تعالےٰ نے نبوت کے لئے مجھے چن لیا۔ لیکن اگر مجھے اس کام کے لئے نہ چنتا۔ تو میرے بعد عمر اس عہدہ کے لائق تھے۔ پس اس حدیث میں یہ ذکر نہیں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ صرف اتنا بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ اگر میں نبی نہ ہوتا۔ تو عرب کی اصلاح کے لئے حضرت عمرؓ مبعوث کئے جاتے۔ اس حدیث سے ہم منکر نہیں۔ اور نہ اس سے دروازہ بند ثابت ہوتا ہے۔

اب میں حکیم صاحب کے پہلے کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جس میں انہوں نے میرے پیش کردہ دلائل کی بزعم خود تردید کی ہے۔ میں نے سب سے پہلے یہ لکھا تھا۔ کہ نبوت کے اجراء کی پہلی دلیل یہ ہے۔ کہ نبوت کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور اسے فریقین تسلیم کرتے ہیں۔ اب اس جاری شدہ سلسلہ کو بند نہیں جاننا چاہئے۔ جب تک کہ بند ہونے کی نص صریح نہ ہو۔ اور چونکہ بند ہونے کی کوئی نص نہیں۔ اس لئے اجراء کو بند ماننا غلطی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکیم صاحب نے میری دلیل کی طرف غور نہیں کیا۔ اور وہ یہ سمجھے کہ گویا میں یہ کہتا ہوں۔ کہ چونکہ نبوت کا سلسلہ ایک دفعہ شروع ہو گیا۔ اس لئے بند نہیں ہونا چاہئے۔ اور اس پر پھر وہ اعتراض

کرتے ہیں۔ کہ اس طرح تو شریعت اور کتاب کا سلسلہ بھی بند ہوتا۔ نہ مانو۔ کیونکہ ان کا سلسلہ بھی جاری ہو چکا ہے۔ حالانکہ میں نے یہ دلیل دی ہی نہیں۔ میں نے تو یہ کہا تھا۔ کہ چونکہ نبوت کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس لئے بغیر کسی نص صریح کے اسے بند نہ مانو۔ نہ یہ کہ بسبب ایک دفعہ جاری ہونے کے ہمیشہ جاری رہیگا۔ رہا شریعت یا کتاب کا سلسلہ ہم کیوں بند شدہ تسلیم کرتے ہیں۔ تو اس لئے کہ ان کے انقطاع کی نص صریح قرآن مجید میں ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم یعنی دین کامل ہو گیا۔ اور فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی قرآن مجید قیامت تک کے لئے ہے۔ اس لئے اسے قیامت تک محفوظ رکھا جائے۔ پس کتاب یا دین کے کمال کی وجہ سے اب کسی کتاب یا دین کی ضرورت نہیں۔

دوسری دلیل میں نے یہ دی تھی۔ کہ ہمیں حکم ہے۔ کہ منعمین کا راستہ مانگیں۔ اور منعمین کی تشریح میں خدا نے نبیوں کو پیش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ نبیوں کی آمد کا امکان ہے۔ کیونکہ دعا تمام انعامات پر حاوی ہے۔ اور انعامات نبوت پر حاوی ہیں۔ اس لئے دعا نبوت پر بھی حاوی ہوئی۔ لیکن اگر نبوت بند تھی۔ تو منعمین کے تمام انعامات حاصل کرنے کی دعا نہ سکھائی جاتی۔ اس پر حکیم صاحب دو جرحیں کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر نبوت دعا سے ملتی ہے۔ تو کیا رسول کریم نے نبوت سے پہلے دعا کی تھی۔ کہ آپ کو نبوت ملی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ میں نے کب بیان کیا تھا۔ کہ یہ کلیہ ہے۔ کہ نبوت ہمیشہ دعا سے ہی ملتی ہے۔ اگر میں حصر کرتا تب یہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے میں کہوں۔ کہ کونین سے میرا بخار ٹوٹ گیا۔ تو آپ کہیں۔ کہ بھلا اگر یہ درست ہے۔ تو کونین کی دریافت سے پہلے بخار کس طرح ٹوٹا کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کونین سے بخار نہیں ٹوٹتا۔ میں نے یہ کب لکھا تھا۔ کہ مقام نبوت پانے کے لئے صرف دعا ہی ذریعہ ہے۔ پس میرا حصر نہ کرنا آپ کی جرح کو باطل کرتا ہے۔

دوسری جرح حکیم صاحب نے یہ کی ہے۔ کہ اگر دعا سے نبوت ملے۔ تو معلوم ہوا

کہ نبوت اکتسابی ہے۔ حالانکہ یہ موٹی بات ہے۔ کسی مرتبہ کے لئے دعا مانگنا اس مرتبہ کو اکتسابی ثابت نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت ابراہیمؑ دعا کرتے ہیں۔ ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم۔ یعنی اے اللہ عربوں میں ایک نبی مبعوث کر۔ اب دیکھو۔ کہ نبوت کے حصول کے لئے خواہ غیر کے وجود ہی میں کیوں نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی۔ پھر کیا رسول کریمؐ اس دعا کے مطابق مبعوث نہیں ہوئے۔ تو کیا اس سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ آپؐ کی نبوت اکتسابی تھی۔ کہ دعا اس کے لئے مانگی گئی تھی۔ اور یہ تو خود رسول کریمؐ نے اقرار کیا ہے۔ انا دعوۃ ابی ابراھیم کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ پس صاف بات ہے۔ حضرت ابراہیمؑ حصول نبوت کی دعا کرتے ہیں۔ اور رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ کہ میں دعا کا نتیجہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ دعا کی وجہ سے نبوت اکتسابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ نبوت کی دعا کے تو یہی معنے ہیں۔ کہ اے اللہ یہ چیز اکتساب سے نہیں مل سکتی۔ تو موہبت کے طور پر عطا فرما۔ پس ہمارا یہ مطلب نہیں۔ کہ نبوت اکتسابی ہے۔ اور دعا سے ملتی ہے۔ بلکہ حصول اس کا تو مطابق آیت اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ موہبت کے طور پر ہوگا۔ ہاں چونکہ یہ مرتبہ ممکن ہے اور دروازہ وا ہے۔ بند نہیں۔ اس لئے اس موہبت کے حاصل کرنے کے لئے قومی طور پر یہ دعا سکھلائی۔ کہ اے مولےٰ اس موہبت کو ہم میں ضرورت کے موقعہ پر بھیجتے رہنا۔ پس یہ مطلب نہیں۔ کہ صرف مانگنے سے نبوت ملے گی۔ بلکہ ملیگی تو موہبت کے طور پر۔ لیکن مرتبہ چونکہ ممکن ہے۔ اس لئے دعا مانگنے کا حکم ہے۔ پھر اسی طرح اس سے ٹرنکر بین اور صاف یہ مثال ہے۔ کہ حضرت موسےٰؑ کو الہام ہوتا ہے۔ کہ ہم تجھے نبی بناتے ہیں۔ اس پر حضرت موسےٰؑ حضرت ہارونؑ کے متعلق جو ابھی نبی نہیں۔ دعا کرتے ہیں۔ کہ اشرکہ فی امری۔ یعنی اے اللہ ہارون کو نبی بنا کر میرا شریک کیجئے۔ اس طرح فرماتے ہیں۔ فارسل الی ھارون یعنی نبی بنا کر مبعوث کرنے کا پیغام وارشاد ہارونؑ کی طرف بھیجئے۔ اللہ تعالےٰ جواب میں فرماتا ہے ہم نے ہارونؑ کو بھی نبی بنایا۔ پھر ہارونؑ کو نبی بنانے کی وجہ بتاتا ہے۔ لعلہ اوتیت

سؤلک یا موسیٰ یعنی اے موسےٰ تو نے درخواست کی۔ کہ ہارونؑ کو نبی بنا۔ ہم تیری درخواست کی وجہ سے ہارون کو نبی بناتے ہیں۔

اب حکیم صاحب کے علم کلام کے رو سے ماننا پڑیگا۔ کہ ہارونؑ کی نبوت اکتسابی تھی حالانکہ ایسا نہیں۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ دعا کی وجہ سے نبوت اکتسابی نہیں کہی جاسکتی پھر آپ کہتے ہیں۔ کہ اگر گذشتہ انعام اس دعا میں مانگے گئے ہیں۔ تو کتاب کا نزول بھی تو انعام ہے۔ کیا اس دعا میں مسلمان کوئی نئی کتاب بھی خدا سے طلب کرتے ہیں۔ لیکن یہ اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ ہدایت نامہ جب تک صحیح ہے۔ اور محرف نہیں۔ تو ایک ہی ہوگا۔ تحریف یا نقص کے بغیر بدل نہیں سکتا۔ مگر نبی کا وجود تو ناممکن نہیں۔ دیکھو توریت جب تک کامل تھی۔ منسوخ نہ ہوئی۔ اور کوئی نیا ہدایت نامہ بنی اسرائیل کو نہیں ملا۔ ہاں باوجود کتاب کے مکمل ہونے کے مطابق کلما ھلک نبی خلفہ نبی۔ ہر نبی کی وفات کے بعد معاً دوسرا نبی کھڑا ہوتا رہا۔ پس نبی کے وجود پر ہدایت نامہ کو قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تشریعی ہدایت نامہ کی موجودگی میں دوسرا ہدایت نامہ نہیں ہوتا۔ ہاں نبی کی موجودگی میں دوسرا نبی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ توریت ایک ہی ہے۔ لیکن موسیٰؑ اور ہارونؑ دو نبی ہیں۔ پھر توریت ایک ہی ہے۔ مگر یحکم بھا النبیون کے مطابق توریت کے موافق فیصلہ کرنے والے بہت سے نبی ہیں۔

پس یہ کہنا۔ کہ ہدائت نامہ ایک نعمت ہے۔ تو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں کیا وہ بھی نیا طلب کیا جاتا ہے۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مکمل ہدایت نامہ کی موجودگی میں دوسرا ہدایت نامہ نعمت اور انعام ہی نہیں۔ پس جب انعام ہی نہیں۔ تو وہ مانگا کیوں جاوے۔ ہاں نبی کی موجودگی میں یا اس کے بعد دوسرا نبی انعام ہے۔ جیسا کہ توریت کی موجودگی میں کوئی اور شریعت نہ تھی۔ جب تک کہ تورات میں نقص نہ پیدا ہوا ہاں نبی کی موجودگی میں دوسرے نبی آئے۔ جیسے موسےٰؑ و ہارونؑ۔ ابراہیمؑ و لوطؑ و یعقوبؑ و یوسفؑ۔ زکریاؑ و یحییٰؑ و عیسےٰؑ۔ پس اہدنا الصراط المستقیم میں ہم ہدایت نامہ نہیں مانگتے۔ کیونکہ مکمل ہدایت نامہ کی موجودگی میں نیا ہدایت نامہ بھیجنا فضول ہے

اس لئے وہ انعام ہی نہیں - اور جب انعام نہ ہوا - تو وہ مانگا بھی نہیں گیا -

جواب دوم - جو بالکل صاف ہے - وہ یہ ہے - کہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں ہم وہ انعام مانگتے ہیں - جو پہلوں پر ہوئے - نہ کہ کوئی اور انعام اور پہلوں پر یہ انعام ہوا ہی نہیں - کہ مکمل ہدایت نامہ کی موجودگی میں دوسرا نیا ہدائت نامہ آیا ہو - ہاں یہ ہوا - کہ نبی کی موجودگی میں دوسرا نبی آیا - پس جب ہم نے پہلوں کے انعام مانگے - تو ہدایت نامہ نہیں مانگا - کیونکہ ہمارے پاس مکمل ہدایت نامہ موجود ہے - اور پہلوں پر یہ انعام نہیں ہوا تھا - کہ انہیں مفید ہدائت نامہ کے باوجود کوئی شرعی قانون نیا دیا گیا ہو - ہاں یہ ہوا - کہ پہلوں کو نبی کے بعد نبی اور نبی کی معیت میں نبی دیا گیا - اس سے ثابت ہوا - کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا سے نیا ہدایت نامہ طلب نہیں کیا جاتا - کیونکہ نہ تو نیا ہدایت نامہ مکمل ہدایت ہدائت نامہ کی موجودگی میں انعام ہے - اور اس دعا میں تو انعام مانگے گئے ہیں - اور نہ پہلوں کے ساتھ ایسا سلوک ہوا - اور اس دعا میں تو وہ باتیں طلب کی گئی ہیں - جو پہلوں کو دی گئی تھیں -

پھر میری دلیل اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی پر حکیم صاحب نے یہ جرح کی ہے - کہ یہاں پر رسول کا لفظ ہے - نبی کا نہیں - اور اس نقطۂ خیال کو اپنے پرچہ کے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے - کہ رسول کا لفظ عام ہے - ہر نبی رسول ہوتا ہے - لیکن رسول نبی نہیں ہوتا - پھر اس کے ثبوت میں انا الیکم مرسلون اور جاعل الملئکۃ رسلا اور فلما جاء الرسول کو پیش کیا ہے - میں اس کے متعلق اتنا بیان کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں - کہ بحث چونکہ محض قرآن و حدیث پر ہے - اس لئے حکیم صاحب کا فرض ہے - کہ وہ انا الیکم مرسلون کے متعلق قرآن و حدیث سے ثابت کریں - کہ وہ اللہ کے رسول نہ تھے - بلکہ محض مسیح کے تھے - دوسری آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے - اور زیر بحث انسانوں کا رسول ہونا ہے - پس فرشتوں کو اگر رسول کا لفظ دیا گیا - اور نبی کے

لفظ سے وہ محروم ہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوا۔ کہ انسانوں میں سے بھی بعض رسول ہیں۔ اور نبی نہیں۔ کیونکہ اسے قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ وجہ یہ کہ فرشتے تو نبی بن ہی نہیں سکتے۔ اور لوگوں کی اصلاح کے کام پر مقرر ہی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ عدم امکان قرینہ ہے۔ کہ فرشتہ رسول ہو۔ اور نبی نہ ہو۔ بلکہ انسانوں کے لئے تو یہ ثابت نہیں کہ وہ رسول تو ہوں۔ اور نبی ہونا ان کا ناممکن ہو۔ پس فرشتوں والی آیت کو پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اب رہا جاء الرسول، اس میں معاملہ صاف ہے۔ یہاں پر خدا کا رسول تو اُسے نہیں کہا۔ قال ارجع الی ربک سے ثابت ہے۔ کہ وہ بادشاہ کا قاصد تھا۔ لیکن آیات زیر بحث میں جو میں نے پیش کی تھیں۔ ان میں آپ خود مانتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر نبی نہیں۔ اور جو آیت آپ نے پیش کی۔ اس میں آپ خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کے رسول نہ تھے۔ پس آپ مثال ایسی لائیں۔ کہ کسی کو اللہ کا رسول کہا گیا ہو۔ یا یہ ظاہر کیا گیا ہو۔ کہ اسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔ اور پھر وہ غیر نبی ہو۔ اسی طرح آپ کا رسول رسول اللہ پیش کرنا یہ بھی قیاس مع الفارق ہے کیونکہ کیونکہ اس میں بھی آنحضرت ﷺ کا رسول کہا گیا ہے۔ لیکن اللہ یصطفی والی جو آیت ہم نے پیش کی تھی۔ اس میں رسالت کو اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ پس میں اس بات کا مدعی ہوں۔ کہ قرآن و حدیث سے ہرگز ثابت نہیں۔ کہ کسی انسان کو اللہ کا رسول کہا گیا ہو اور وہ نبی نہ ہو۔ فرشتوں کا معاملہ ہی اور ہے۔ اور انسانوں کے رسولوں کا ذکر نہیں۔ جو آیت میں نے پیش کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ انسانوں میں سے رسول بناتا رہیگا اس سے ثابت ہوا۔ کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں۔ کیونکہ رسالت اور نبوت مترادف الفاظ ہیں۔ اور جب تک کوئی مثال نہ دی جاوے۔ جس میں اللہ کا رسول کسی انسان کو کہا گیا ہو۔ اور پھر وہ نبی نہ ہو۔ تب تک نبوت اور رسالت مترادف ہی رہینگی۔

دوسری جرح آپ نے اما یاتینکم منکم رسل منکم پر یہ کی ہے۔ کہ اگر اس آیت سے رسل کا امکان نکلتا ہے۔ تو آیت اما یاتینکم منی ھدی سے جدید شریعت کا آنا ماننا پڑیگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو ھدیٰ کے معنے نئی شریعت یا کتاب کے آنے

محض باطل ہیں۔ لیکن اگر بالفرض مان بھی لیں۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بے شک اس آیت سے امکان شریعت ہی مان لو۔ مگر آپ کو یہ معلوم رہے۔ کہ اس آیت میں جو لوگ مخاطب ہیں وہ رسول کریمؐ کے زمانہ کے نہیں۔ بلکہ یہ تو حکایتاً قرآن مجید نے آدمؑ کے زمانہ کا ذکر کیا ہے۔ کہ جب آدمؑ اور ان کے ساتھی جنّت سے نکالے گئے۔ تو اس وقت ان کو کہا گیا تھا۔ کہ اگر تم میں کوئی نئی شریعت (بقول فریق ثانی) آوے۔ تو اسے مان لینا۔ پس اس آیت سے بے شک امکان نکلا۔ اور ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ جس وقت بنی آدم کو مخاطب کر کے یٰبنی اٰدم اما یاتینکم منی ھدی کہا گیا تھا۔ اس کے بعد امکان تھا۔ لیکن پانچہزار ۵۰۰۰ برس کے بعد آیت الیوم اکملت نے اس امکان کو دُور کر دیا۔ لیکن یہ آیت اما یاتینکم رسل منکم ہے۔ یہ تو حکایتاً نازل نہیں ہوئی۔ بلکہ رسول کریمؐ کے وقت اور آیت کے بعد کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہی گئی ہے۔ پس اس کے بعد امکان رسل ماننا پڑیگا۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے۔ اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے ما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا کو آیت ما کان ربک مھلک القریٰ حتی یبعث فی امھا رسولاً کی تائید میں پیش کیا تھا۔ کہ دیکھو۔ رسول اور نبی دونو لفظ آتے ہیں۔ اس کے متعلق حکیم صاحب فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی قانون نہیں پیش کیا گیا۔ بلکہ صرف پہلے نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر آپ کو معلوم نہیں۔ ما ارسلنا من نبی تو حصر کے لئے آیا ہے۔ اور حصر کا لفظ قانون پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ پھر ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کے متعلق بھی ایک شخص کہدیگا۔ کہ یہ قانون نہیں۔ بلکہ پچھلے نبیوں کا ذکر ہے۔ حالانکہ فریق ثانی ان آیتوں کو قانون مانتا ہے۔ پس جس طرح ان دو آیتوں میں ما ارسلنا الا کے لفظ ہیں۔ اور گو یہ لفظ ماضی کے صیغہ میں ہیں۔ مگر فریق ثانی حصر کی وجہ سے اسے قانون بنا رہا ہے۔ اسی طرح ما ارسلنا من نبی کے لفظ بھی قانون ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جب معلوم ہوا۔ کہ یہ قانون ہے۔ کہ عالمگیر تباہیاں بغیر نبی کی بعثت کے نہیں بھیجتا۔ اور ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ سے بتایا۔ کہ قیامت تک عالمگیر

سپاہیوں کا دروازہ بند نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کی علت یعنی بعثت نبی بھی بند نہیں۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے۔

میں نے پیش کیا تھا۔ کہ نبی کے آٹھ کام ہیں۔ ان میں سے ایک تلاوت کتاب بھی ہے اس پر حکیم صاحب عجیب بات فرماتے ہیں۔ کہ تم نے مان لیا۔ کہ ہر نبی نئی کتاب لاتا ہے۔ اگر مان بھی لیا جاوے۔ تو اس سے دروازۂ نبوت بند تو نہیں ہو جاویگا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کیا تلاوت کتاب سے نئی کتاب کا لانا نکلتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تلاوت کتاب تو ہم بھی کرتے ہیں۔ پس نبی کا کام تلاوت کتاب ہے۔ اور تلاوت کتاب مستلزم نزول کتاب جدید نہیں۔ پس میری دلیل اب بھی قایم ہے۔ کہ جب نبی کے آٹھ اغراض بعد رسول اکرمؐ کے بھی ویسے ہی ضروری ہیں۔ جیسے زمانہ بعثت نبوی میں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اغراض تو باقی ہوں۔ مگر اغراض پورا کرنے والے کا دروازہ بند کر دیا جاوے۔ پس جبتک تزکیہ۔ تلاوت کتاب۔ تعلیم کتاب۔ تعلیم حکمۃ۔ تبشیر۔ انذار اور اظہار دین اور نمونہ ہونے کے لئے ضرورت باقی ہے۔ تب تک دروازۂ نبوت کو بند مت سمجھو۔ یہاں پر حکیم صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر نبی بشیر و نذیر ہوتا ہے۔ مگر ہر نذیر و بشیر نبی نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ میں نے کب یہ لکھا۔ کہ بشارت و انذار ہی محض تعریف نبوت ہے میں نے تعریف تو کی ہی نہیں۔ میں نے تو کام بتائے تھے۔ کہ نبی کے یہ کام ہیں جن کے لئے نبی مبعوث کیا جاتا ہے۔ منجملہ ان کے تبشیر و انذار بھی ہیں۔ پس اگر ان آٹھ کاموں کی ضرورت ہے۔ تو نبوت کا دروازہ مت بند کرو۔

دستخط سید محمد اسحٰق دستخط محمد اسمٰعیل ۱۰ ۹/۱۷

حضرت میر محمد اسحاق صاحب فاضل کا تیسرا پرچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حکیم صاحب نے اپنے آخری پرچہ میں دس باتیں کہی ہیں ۔ مختصر طور پر ان کا جواب دیتا ہوں ۔

پہلی یہ بات حکیم صاحب نے لکھی ہے ۔ کہ خاتم کے معنے مصدق اگر ہوتے ہیں ۔ تو لغت سے ثابت کرو ۔ اس کے دو جواب دیتا ہوں :۔

جواب اوّل ۔ حوالہ لیجئے اور نہایت معتبر لغت کی کتاب کا لیجئے ۔ مجمع البحار میں خاتم کے معنے کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے ۔ اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ یعنی رسول کریمؐ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے ۔ کہ وہ خواتم ہے ۔ اس کے یہ معنے ہیں ۔ کہ وہ حجۃ علی ما مرّ بہا ومصدق لہا ۔ یعنی قرآن مجید پہلی آسمانی کتابوں کا مصدق ہے ۔ پس مجمع البحار جو لغت کی معتبر کتاب ہے ۔ اس میں خاتم کے معنے مصدق کے ہم نے دکھا دئے ۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود تھا ۔

جواب دوم ۔ یہ ہے ۔ کہ اگر لغت میں خاتم کے معنے مصدق کے نہ بھی ہوں ۔ تب بھی کوئی حرج نہیں ۔ کیونکہ ہم لغوی معنوں کے رنگ میں خاتم کے معنے نہیں کرتے ۔ بلکہ ہمارا استعمال اس طرح پر ہے ۔ کہ خاتم کے معنے مُہر اور انگوٹھی کے ہیں ۔ اور چونکہ رسول کریم صلعم انگوٹھی نہ تھے ۔ بلکہ بشر تھے ۔ اس لئے یہاں پر خاتم کے مجازی معنے مراد ہوں گے ۔ یعنی آپؐ میں کوئی خاص صفت ایسی ہے ۔ جو مُہر میں ہوتی ہے ۔ اور جس غرض کے لئے مُہر بنوائی جاتی ہے ۔ وہی غرض آپؐ کے وجود باجود سے پوری ہوتی ہے ۔ اور یہ ظاہر ہے ۔ کہ مُہر اس لئے فرامین پر لگائی جاتی ہے ۔ کہ جس فرمان پر ثبت ہو ۔ اس کی تصدیق کرے ۔ اور اسے باسند بناوے ۔ اس طرح رسول کریمؐ نبیوں کی مُہر ہیں ۔ یعنی ان کے لئے بطور مصدق اور سند کے ہیں ۔ اور جس طرح بغیر مُہر کے وہ فرمان شاہی نہیں سمجھا جاتا ۔ اسی طرح آج کسی نبی کی نبوت بغیر رسول کریمؐ کی تصدیق کے نہیں مانی جا سکتی

دیکھو ہم نے جسقدر نبیوں کو قبول کیا۔ ان کی کتابیں دیکھکر قبول نہیں کیا۔ اور نہ اب ان کی کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ انہیں نبی منوا سکیں۔ ہماری انہیں قبول کرنے کی وجہ صرف رسول کریمؐ کا فرمانا ہے۔

امر دوم دوسری بات جو حکیم صاحب نے لکھی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ رسول کریمؐ مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں:۔

جواب اوّل۔ پہلا جواب یہ ہے۔ کہ ہم نے کب لکھا تھا۔ کہ اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ہمارا مطلب تو یہ تھا۔ کہ ازواجہ امھاتھم کے جملہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول کریمؐ مسلمانوں کے باپ ہیں۔ کیونکہ جس کی بیوی ہماری ماں بن گئی۔ حالانکہ براہ راست اس کی بیوی سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں۔ تو گویا دوسرے لفظوں میں یوں کہا۔ کہ وہ شخص تمہارا باپ بن گیا۔ اور جب یہ کہا گیا۔ کہ محمد رسول اللہؐ کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ تو بدرجہ اولی ماننا پڑا۔ کہ خود محمد رسول اللہ صلعم مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں۔ ورنہ اگر رسول کریمؐ ہمارے باپ نہیں۔ تو آپؐ کی بیویاں ہماری مائیں کس طرح بن سکتی ہیں؟

جواب دوم۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اگر اس آیت میں رسول کریمؐ کی روحانی ابوت کا ذکر ہی نہ تھا۔ تو پھر جب ماکان محمد ابا احد من رجالکم کی آیت اتری۔ تو اس پر یہ اعتراض ہی کیوں پیدا ہوا۔ کہ یہاں پر اس روحانی ابوت کا انکار کر دیا گیا ہے۔ جس کو آیت النبی اولی بالمومنین میں تسلیم کیا گیا تھا۔ اور کیوں قرآن مجید نے اس اعتراض کے دفعیہ کی کوشش کی۔ اور لکن کے ساتھ اس اعتراض کو دور کیا۔ اس سے صاف ثابت ہوا۔ کہ النبی اولے بالمؤمنین والی آیت میں واقعہ میں روحانی ابوت کا اقرار تھا

امر سوم تیسری بات آپ نے یہ لکھی ہے۔ کہ لغت میں خاتم النبیین کے معنے آخر کے لکھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین کے ہیں جواباً تحریر ہے۔ کہ بیشک رسول کریمؐ آخر النبیین ہیں مگر آخر النبیین کے معنے خود رسول کریمؐ

نے کئے ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں آپؐ فرماتے ہیں۔ انا اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد یعنی میں آخری نبی ہوں۔ جس طرح کہ میری مسجد آخری مسجد ہے۔ اس حدیث میں رسول کریم صلعم نے اپنے آخری نبی ہونے کو آخری مسجد سے تشبیہ دے کر آخری نبی کے معنے حل کر دئے۔ دیکھو واقعہ میں رسول کریمؐ کی مسجد تو آخری مسجد نہیں۔ بلکہ مسجد نبوی کے بعد آجتک ہزاروں لاکھوں مسجدیں بنائی گئیں۔ اور خود رسول کریمؐ نے اپنی زندگی میں مسجد نبوی کے بعد بہت سی مساجد تعمیر کیں پس رسول کریم صلعم انہی معنوں میں آخری نبی ہیں۔ جن معنوں میں آپؐ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ مطلب یہ کہ رسول کریمؐ کی مسجد جس قبلہ کی طرف ہے۔ اب وہ قبلہ منسوخ نہ ہوگا۔ اور نہ اس طرز عبادت میں کوئی تغیر آویگا۔ اسی طرح آخری نبی کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو شریعت رسول کریمؐ لائے ہیں۔ اس میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔ اور جس طرح اب کوئی مسجد ایسی نہیں بن سکتی۔ جو رسول کریمؐ کی مسجد کے قبلہ کے خلاف کوئی اور قبلہ رکھے۔ اسی طرح اب کوئی نبی ایسا نہیں آسکتا۔ جو رسول کریمؐ کی شریعت میں کوئی تغیر کرے۔ اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

امر چہارم چوتھی بات یہ لکھی گئی ہے۔ کہ اگر خاتم النبیین کے معنے مصدق کے ہیں۔ تو یہ رسول کریمؐ کی خصوصیت نہ رہی۔ کیونکہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کا مصدق ہوتا رہا۔ اس کے دو جواب دیتا ہوں۔ ایک الزامی۔ دوسرا تحقیقی۔

الزامی تو یہ ہے۔ کہ اگر خاتم کے معنے مصدق کے کرنے سے رسول کریمؐ کی کوئی خصوصیت نہیں رہی ہر نبی اپنے سے پہلوں کا مصدق ہوتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ پھر خاتم کے معنے آخر کے بھی نہ کرنے چاہئیں۔ کیونکہ جس طرح ہر نبی پہلے کا مصدق ہے۔ اسی طرح ہر نبی پہلے نبیوں کا آخر بھی ہوتا ہے۔ اس میں بھی رسول کریمؐ کی خصوصیت نہ رہی۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ خاتم کے معنے مصدق اگر لئے جاویں۔ تو یہ رسول کریمؐ کی فضیلت ہے۔ اور کوئی نبی اس فضیلت میں آپؐ کا شریک نہیں۔ کیونکہ یہ رسول کریمؐ ہی کو عزت حاصل ہے۔ کہ آپؐ نے تمام دنیا کے نبیوں کی تصدیق کی آپ سے پہلے جو نبی آئے انہوں نے

صرف اپنے سلسلہ کے نبیوں کی تصدیق کی۔ تمام دنیا کے نبیوں کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ دیکھو یحییٰؑ کے متعلق لکھا ہے۔ مصدقاً بکلمۃ منہ یعنی یحییٰ علیہ السلام مسیحؑ کی تصدیق کرتے تھے۔ پھر خود مسیحؑ کے متعلق لکھا ہے۔ مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ ط یعنی حضرت عیسےٰؑ دنیا میں مبعوث ہو کر یہ فرماتے تھے۔ کہ میں توریت کی تصدیق کے لئے آیا ہوں۔ یہاں رسول کریمؐ کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ جس طرح آپؐ نے اپنے متعلق فرمایا۔ یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اسی طرح یہ بھی اعلان کیا۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی تمام قوموں میں خدا کے نبی آئے۔ پس مصدق کے معنے کرکے بھی رسول کریمؐ کی خصوصیت باقی رہی۔ کیونکہ تمام دنیا کے انبیاء کی تصدیق رسول کریمؐ ہی نے کی ہے۔ اور کسی نبی نے یہ ذکر نہیں کیا۔

امر پنجم پانچویں بات حکیم صاحب نے یہ لکھی ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ لیکن حکیم صاحب نے اس حدیث کو آدھا نقل کیا۔ پوری حدیث تحریر میں نہیں لائے۔ ورنہ وہاں پر الا کے ساتھ استثنا کیا گیا ہے۔ اور صاف فرمایا گیا ہے۔ الا المبشرات اور چونکہ الا المبشرات والی حدیث آگے بھی آوے گی۔ اس لئے وہاں پر اس کے معنے کروں گا۔

امر ششم چھٹی بات حکیم صاحب نے یہ تحریر کی ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کلھم یزعم انہ رسول اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ رسول کریمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر اس حدیث کو بھی پورا نقل نہیں کیا۔ اصل حدیث یوں ہے۔ کہ میرے بعد تیس جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہونگے۔ اس فقرہ سے ساری حدیث کا مطلب حل ہو گیا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ جھوٹے مدعی کے مقابل میں آیت خاتم النبیین ہے۔ کیونکہ خاتم کے معنے مہر کے ہیں۔ اور مہر کی غرض تصدیق ہے۔ اور تصدیق ہمیشہ سچے کی ہوتی ہے۔ جو جھوٹا ہو۔ اس پر مہر تصدیق نہ ہوگی۔ اور جب تصدیق نہ ہوئی۔ تو ان جھوٹے نبیوں کے

رد کے لیے آیت خاتم النبیین ہی کافی ہے۔ یہ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ آیت خاتم النبیین جھوٹے سچوں سب پر مُہر تصدیق کرتی ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت دو کام کرتی ہے۔ جھوٹوں کی تکذیب اور سچوں کی تصدیق۔ کیونکہ مُہر دو ہی کام کرتی ہے۔ جس کاغذ یا خط پر لگ جاوے۔ اس کی تصدیق اور جس پر نہ لگے اس کی تکذیب۔ یہی حال آیت خاتم النبیین کا ہے۔ پس اس حدیث میں خاتم النبیین کا لفظ یہ نہیں بتاتا۔ کہ یہ حدیث نبیوں کی آمد کی مانع ہے۔ بلکہ اس حدیث میں تو جھوٹے مدعیوں کا ذکر ہے۔ اور صاف فرمایا ہے۔ کہ تیس جھوٹے ہونگے۔ ان کی تکذیب خاتم النبیین کی آیت کرے گی۔ اور یہ ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ خاتم النبیین کی آیت جھوٹوں کی مانع ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے۔ کہ رسول کریمؐ سچوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ تو خود بخود یہ ثابت ہوا۔ کہ آپؐ کا خاتم النبیین ہونا جھوٹوں کی نبوت کا مانع ہے۔ پس اس حدیث میں آپؐ نے خاتم النبیین ہونے کو اپنے بعد کے کسی صادق مدعی نبوت کی نبوت کی روک نہیں بیان فرمایا۔ بلکہ صاف لفظوں میں کہا۔ کہ آیت ان تیس مدعیوں کی نبوت کی مانع ہے۔ جو جھوٹے ہیں۔ اور اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔

سفتم امر ساتویں بات یہ لکھی گئی ہے۔ کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ لیکن میں حیران ہوں۔ کہ یہ حدیث نبوت کو بند کس طرح کرتی ہے۔ یہ تو نبوت کے اجزاء کے ثبوت میں ہے۔ بیشک پہلے لم یبق میں نبوت کی نفی کی ہے۔ مگر الّا کے ساتھ پھر اسے توڑ دیا ہے۔ پس اگر صرف لم یبق ہوتا۔ تو بیشک یہ الفاظ نبوت کو بند کرتے۔ مگر الّا نے آکر پھر نبوت کا اجراء کر دیا۔ ورنہ اس طرح تو ایک شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے یہ ثابت کریگا۔ کہ کوئی خدا نہیں۔ کیونکہ صاف لکھا ہے۔ لَآ اِلٰہَ یعنی کوئی خدا نہیں۔ لیکن یہ استدلال غلط ہوگا۔ اور ہر حکیم صاحب بھی اس شخص کو کہینگے۔ کہ بے شک لا الہ کے یہ معنے ہیں۔ کہ کوئی خدا نہیں۔ مگر آگے بھی تو پڑھو۔ اِلَّا نے پھر اس نفی کو توڑ دیا ہے۔ اور فرمایا اِلَّا اللّٰہُ یعنی کوئی خدا نہیں مگر ہاں اللہ ہے۔ اس طرح لم یبق نے نبوت کی نفی کی۔ جس طرح لا الہ نے خدا کے وجود

کی نفی کی - لیکن پھر الا المبشرات نے نبوت کا اثبات کر دیا - جس طرح الا اللہ نے اللہ کا اثبات کیا - پس جب مطلق نفی ثابت نہ ہوئی - تو اس حدیث سے یہ کیوں استدلال کیا جاتا ہے - کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں - حکیم صاحب نے اس ساتویں امر کے ذیل میں ایک عجیب بات تحریر کی ہے - کہ نبوۃ مستثنیٰ منہ ہے - اور مبشرات مستثنیٰ - اس لئے مبشرات پر نبوۃ کا لفظ نہیں بولا جا سکتا - کیونکہ مستثنیٰ پر مستثنیٰ منہ کا لفظ اطلاق نہیں پاتا - حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے - دیکھو لم یجئی احدٌ الا زید یعنی کوئی شخص نہیں آیا - مگر زید - اس میں زید مستثنیٰ ہے اور احدٌ مستثنیٰ منہ - اب زید پر حکیم صاحب کے نزدیک احد کا لفظ نہیں بولا جا سکتا - حالانکہ عربی زبان کی رو سے سراسر جائز ہے - تو کیا وجہ ہے - کہ مبشرات پر نبوۃ کا لفظ استعمال نہ ہو - اسی طرح کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں اللہ یا موجود یا مطلوب وغیرہ مستثنیٰ منہ ہے - اور اللہ مستثنیٰ ہے - کیا اللہ پر موجود مطلوب یا الٰہ کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے - تو پھر کس قاعدہ کی رو سے حکیم صاحب یہ کہتے ہیں - کہ مبشرات پر نبوت کا لفظ نہیں بولا جا سکتا - خلاصہ مطلب اس بحث کا یہ ہوا - کہ اس حدیث میں یہ نہیں لکھا کہ نبوت بند ہے - بلکہ لم یبق کے بعد الا سے اس کی نفی توڑ کر آئندہ کے لئے نبوت کا اجراء کر دیا ہے - پس یہ حدیث تو اجراء نبوت کو ثابت کرتی ہے نہ کہ انسداد نبوت کو جس طرح کہ لا الٰہ الا اللہ خدا کے وجود کی نفی کے لئے نہیں - بلکہ خدا کے وجود کے ثبوت کے لئے ہے - اسی طرح لم یبق من النبوۃ الا المبشرات میں نبوت کو بند نہیں کیا گیا - مگر الا المبشرات کہ کر نبوت کو جاری کیا گیا ہے -

امر ہشتم آٹھویں بات یہ کہی گئی ہے - کہ آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کسی نبی کے بعد رسول کریمؐ کے آنے کو روکتی ہے - کیونکہ اس میں لکھا ہے - کہ حضرت رسول کریمؐ اپنے موجودہ زمانہ کے لوگوں کے علاوہ بعد کے اور لوگوں کی طرف بھی رسول ہیں - میں حیران ہوں - کہ اس سے اور کسی نبی کی نبوت کس طرح ممنوع ہوئی - اس میں تو صرف اس بات کا ذکر ہے - کہ رسول کریمؐ کی نبوت منسوخ نہیں - بلکہ قیامت تک کے لئے ہے - مگر اس

میں یہ ذکر کہاں ہے کہ اور کوئی نبی نہیں مبعوث ہوگا۔ کیا اگر کہا جاوے۔ کہ زید شریف انسان ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ بکر اور عمر شریف انسان نہیں ہیں۔ زید کے شریف ہونے سے بکر اور عمر کے غیر شریف ہونے کا استدلال کس طرح ہو سکتا ہے۔ اسی طرح رسول کریمؐ کے نبی ہونے سے دوسرے کسی کے غیر نبی ہونے کا استنباط کیونکر ممکن ہے کیا حضرت موسےٰؑ اپنے زمانہ میں بنی اسرائیل کی طرف رسول نہ تھے۔ پھر کیا اس سے ہارونؑ کی نبوت باطل ہو جاویگی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح رسول کریمؐ کے رسول ہونے سے کسی اور شخص کی نبوت میں کیوں روک ڈالی جاتی ہے۔ اس طرح حضرت یحییٰؑ نبی بنی اسرائیل میں مبعوث ہو چکے تھے۔ لیکن باوجود ان کی بعثت کے پھر حضرت عیسےٰؑ بھی بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ آیت اٰخرین منھم سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول کریمؐ بعد کے لوگوں کی طرف بھی مبعوث ہیں۔ کیا ہم اس کے منکر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لیکن اس آیت کے کس لفظ سے استنباط ہوا۔ کہ کوئی اور شخص نبی نہیں بن سکتا۔ پس اس آیت میں یہ ذکر نہیں۔ کہ اور کوئی شخص مبعوث نہ ہوگا۔ بلکہ صرف یہ ذکر ہے۔ کہ آپؐ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہیں۔ مگر آپؐ کی بعثت دوسرے کسی نبی کی بعثت کی مانع نہیں۔ جس طرح موسےٰؑ کی نبوت ہارونؑ کے مبعوث ہونے کی نفی نہیں کرتی۔ اسی طرح رسول کریمؐ کا مبعوث ہونا کسی اور شخص کے غیر مبعوث ہونے کی دلیل نہیں۔

امر نہم نویں بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ آیت الیوم اکملت لکم سے معلوم ہوا۔ کہ قرآن مجید کامل کتاب ہے۔ اور چونکہ نبی کی بعثت ہی کتاب جدید لانے کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ اس کے کئی جواب ہیں۔

(جواب اوّل) قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ نہیں لکھا۔ کہ نبی کے لئے کتاب جدید کا لانا ضروری ہے۔ کسی حدیث میں اور نہ ہی تواریخ مذہبی اور کتب مقدسہ گذشتہ سے یہ ثابت ہے۔

(جواب دوم) یہ ہے۔ کہ قرآن مجید صاف فرماتا ہے۔ ولقد اٰتینا موسی الکتب

وقفینا من بعدہ بالرسل - یعنی کتاب صرف موسےٰ کو دی گئی - باقی اس کی تائید میں اور رسول آئے -

اسی طرح یحکم بھا النبیون سے ثابت ہے - کہ توریت پر بہت سے بنی اسرائیل کے نبی چلتے اور چلاتے رہے جس سے معلوم ہوا - کہ ہر نبی کے لئے نئی کتاب ضروری نہیں - حکیم صاحب نے اس بات کے ثبوت میں کہ ہر نبی کے لئے کتاب جدید ضروری ہے - دو آیتیں پیش کی ہیں -

(اوّل) وانزل معھم الکتٰب (دوم) واٰتیناھم الکتٰب ان دو آیتوں میں پہلے نبیوں کا ذکر کرکے فرمایا ہے - کہ ان کو ہم نے کتابیں دیں - اس سے حکیم صاحب نے استدلال کیا ہے - کہ کتاب دینے اور کتاب اُتارنے سے معلوم ہوا - کہ ضرور وہ کتابیں براہ راست نازل ہوئی ہونگی - حالانکہ نزول کتاب اور ایتاء کتاب سے یہ استدلال ہرگز نہیں ہو سکتا - کیونکہ یہ دونو لفظ غیر نبیوں کے حق میں بھی استعمال ہوتے ہیں - جیساکہ نزول کے متعلق لکھا ہے :-

(۱) نؤمن بما انزل علینا (۲) ما انزل الیکم وما انزل الیھم
(۳) ما انزل الیکم من ربکم (۴) اتبعوا ما انزل الیکم
(۵) انزل الیکم الکتاب مفصلا
(۶) قولوا اٰمنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم

دیکھو ان آیات میں صاف طور پر غیر نبیوں کے متعلق اور تمام امتیوں کے متعلق کہا گیا ہے - کہ ان پر کتاب نازل ہوئی - حالانکہ انہیں کوئی نئی کتاب نہیں ملی - اور نہ براہ راست ان پر کسی کتاب کا نزول ہوا - بلکہ وہی کتابیں جو ان کے نبیوں پر نازل ہوئی تھیں - عمل کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں تک پہنچیں - اسی طرح اگر ایک صاحب شریعت رسول کی کتاب اس کی اُمت کے غیر شرعی نبیوں کی طرف منسوب ہو - اور اس کا نزول ان کی طرف نسبت رکھے - تو کیا تعجب ! پس محض نزول کتاب سے یہ استدلال کرنا کہ ضرور کوئی نئی کتاب نازل ہوا کرتی ہے - قرآن مجید کے محاورہ کے خلاف ہے - جبکہ قرآن مجید غیر نبیوں کے متعلق

بھی کہتا ہے۔ کہ ان پر کتابیں نازل ہوئیں۔ یعنی ان کے نبیوں کی معرفت انہیں ملیں۔ اسی طرح غیر تشریعی نبی کے متعلق بھی اگر اس کتاب کا نزول منسوب ہو۔ تو جو اس کے پہلے صاحب شریعت رسول پر نازل ہو چکی ہو۔ تو کیا تعجب! اسی طرح ایتاء کتاب سے بھی یہ استدلال نہیں کرنا چاہئے۔ کہ چونکہ نبیوں کے متعلق ایتاء کا لفظ آیا۔ اس لئے انہیں ضرور کوئی نئی کتاب بھی ملا کرتی تھی۔ کیونکہ جس طرح عامہ مومنین کے لئے نزول کتاب کا لفظ قرآن میں مستعمل ہوا ہے۔ اسی طرح ایتاء کتاب بھی غیر نبیوں کے لئے بولا گیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:۔

(۱) ولقد اٰتینا بنی اسرائیل الکتاب (۲) والذین اٰتیناھم الکتاب

امر دہم دسویں بات کنز العمال کی یہ حدیث پیش کی گئی ہے۔ لو قدر بعدی نبی لکان ابراھیم نبیا اس کا یہ جواب ہے۔ کہ ہم نے حوالہ کا مطالبہ کیا۔ مگر کوئی حوالہ ہمیں نہیں دکھایا گیا۔ اس لئے مناظرہ کی رو سے اس حدیث سے فریق ثانی اس بحث میں استدلال نہیں کر سکتا۔ دوم یہ کہ یہ حدیث ہی نہیں۔ یہ تو کسی شخص کا اپنا قول ہے۔ حدیث رسول اللہ ہرگز نہیں۔ علاوہ ازیں میں نے حکیم صاحب سے پوچھا تھا۔ کہ قرآن کی کوئی آیت بتاؤ۔ کہ جس میں لکھا ہو۔ کہ نبی اور رسول جدا جدا ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں حکیم صاحب نے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی پیش کی۔ اور استدلال کیا۔ کہ چونکہ دو لفظ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونو کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ اس کے دو جواب ہیں۔

ایک یہ کہ دو لفظ دو مفہوموں کو ہی ظاہر نہیں کیا کرتے۔ بلکہ دو مترادف بھی عطف کے ذریعہ استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور شعر والقی قولھم کذبا ومینا ہے اس میں کذب اور مین مترادف ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت تلک اٰیات الکتاب وقرآن مبین۔ دیکھو یہاں پر الکتاب اور قرآن مجید ایک ہی چیز ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اگر دو لفظوں کا استعمال دونو لفظوں کے مفہوم کے اختلاف پر دلالت کرتا ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ وہ حدیث جو آپ نے ترمذی کی پیش کی ہے کہ لا رسول بعدی ولا نبی کیا اس میں رسول اور نبی میں اختلاف ہے۔ اگر ہے تو معلوم ہوا۔ کہ علاوہ نبی کے رسول بھی اب نہ آویں گے۔ حالانکہ یہ حکیم صاحب

کے اعتقاد کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ اپنے پرچوں میں ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ نبی بند ہیں مگر رسول بند نہیں۔ گو وقت ابھی بہت سا باقی ہے۔ لیکن مجھے کہا جاتا ہے۔ کہ

پرچہ بند کر دو

سنید محمد اسحٰق محمد اسمٰعیل 10 9/17

مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی۔ یہ وہی رسالہ ہے جو پچھلے دنوں ۱۲-۱۲ پر بکا اب معہ ضمیمہ دوبارہ شائع کیا ہے اسکی قیمت ۰۳ر ہے مرزا سلطان محمد کے خط کا عکس بھی ہے جسکی وجہ سے وہ موت سے محفوظ رہا۔

التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح حدیث نزول ابن مریم کی تشریح میں مکمل مضمون تمام کارآمد حوالے کتب سلف سے جمع کر دیئے ہیں قیمت رعایتی بجائے ۱ کے ۶ر

مباحثہ سارجوراحمدی و غیر احمدی دو مولوی فاضلوں میں مسئلہ حیات و ممات مسیح پر بحث۔ احمدیت کی فتح بہت حوالے اور دلائل جمع ہیں۔ قیمت ۳ر

تصدیق المسیح۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراضات حیدری کا مکمل جواب۔ نہایت بیش قیمت مجموعہ قیمت ۸ر

صادقوں کی روشنی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تصنیف جسمیں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعود کی وفات پر کیے گئے ہیں خصوصاً ثناء اللہ سے آخری فیصلہ و عبد الحکیم والی پیشگوئی پر بحث مع الوصیۃ اعلیٰ درجہ ڈمی کاغذ قیمت ۱۲ر

تحقیق امام آخر الزمان۔ اس رسالہ میں شیعہ معتبر کتب کے حوالوں سے حضرت مرزا صاحب کی مہدویت ثابت کی گئی ہے۔ قیمت ۸ر

ریویوز

نصائح مبلّغین یعنی وہ پُر حکمت نصائح جو حضرت خلیفۃ المسیح نے ۱۲۔ مارچ ۱۹۱۶ء مبلغین کو فرمائیں عمدہ کی سات۔ فی ۳ر

مکتوب امام اپنے خلیفہ اوّل کے نام۔ حضرت مسیح موعودؑ کے چند خطوط حضرت مولانا نورالدین کے نام ایک روپیہ کے ۱۳۔ فی ۱۰ر

عظمۃ القرآن حضرت مسیح موعودؑ کا پُر معارف مضمون قرآن کریم کی عظمت پر جس کا جواب لکھنے والے کو ۵۰۰ روپے انعام کا وعدہ ہے ایک روپیہ کے بیس ۲۰ فی ۱ر احمدیہ بک ایجنسی قادیان سے منگوائیں۔

پیتل کے منقش سروتے } پیتل کا ڈھلا ہوا۔ نقش و نگار سے آراستہ۔ خوشنما۔ سبک۔ جس کے صرف دو حصے ہیں ایک کیل سے جڑے ہوئے ہندوستانی صنعت کا نمونہ کلاں عمدہ خوردنیاں ۱ روپیہ

چاندی کے موتی } سبک۔ صاف۔ چمکدار۔ گول۔ سچے موتیوں کے مشابہ درمیان میں سوراخ۔ گنٹھے اور ہار بنانے کے لئے دلفریب۔ ملے ۱ روپیہ

اسکے علاوہ ایک چاول پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا۔ ایک پر تمام سورۂ اخلاص نہایت صفائی سے لکھی ہوئی ہے۔ لائق دید۔ قابل قدر تحفہ ہے قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ:۔ شیخ محمد انوارالدین صاحب محلہ انصار۔ پانی پت

میں احباب سے سفارش کرتا ہوں کہ ان مذکورہ بالا اشیاء کو خرید کر شیخ صاحب کی صنعت کی قدر فرمادیں ؛

ماہ مارچ کا تشحیذ } چونکہ یہ رسالہ مسئلہ نبوت بعد خاتم المرسلین پر نہایت مکمل ہے۔ اس لئے جو صاحب اس کی چند کاپیاں منگوانا چاہیں ۱۴ر فی جلد کے حساب سے منگوالیں۔ بعد میں طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا جو غالباً محال ہے ؛

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان سے نکلتا ہے

ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی سنہ ۱۹۲۱ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورتی اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت وصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیجدیجئے جنتری بواپسی ڈاک آپکی خدمت میں روانہ کردی جائے گی ؛

نمبر ۱

تفصیل ادویات مع قیمت

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کافور	۶ر	زخم کا مرہم	۸ر	لال شربت	عہ ر
دمہ کی دوا	۸ر	زخم کے دھونیکی دوا	۲ر	خارش کھجلی کی دوا	۱۲ر
بخار کی دوا (کلاں)	عہ ر	مقوی باہ کی گولیاں	۱۲ر	امراض مستوراتکی دوا	۸ر
بخار کی دوا (خورد)	۱۰ر	پرانے ملیریا یا بخار کی گولیاں	۱۰ر	امراض دندان	۸ر
پرانی سوزش	عار	بدہضمی و بدہضمی کے دست	۱۲ر	پرمنٹ کاسٹ	۱۲ر
گرمی	عار	کونین کی ٹکیہ	۱۴ر	روغن پرمنٹ	۲ر
کولاٹاپ	۱۲ر	سردرد کی دوا	۱۲ر	روغن رینڈی	۱۲ر
گھیگھے کھانسی کی دوا	عہ ر	جلاب کی گولیاں	۹ر	روغن صندل	۱۴ر
گھیگھے لگانیکی دوا	۶ر	طاعون کی گولیاں (بڑی ڈبیہ)	۲ر	روغن اجوائن	۸ر
گھیگھے کا مرہم	۱۰ر	طاعون کی گولیاں (چھوٹی ڈبیہ)	۱۲ر	روغن سونٹھ یا ادرک	۱۲ر
پینا ہیلر	۱۴ر	سالہ	۸ر	روغن سونف	۶ر
کھانسی کی دوا بڑی	۱۴ر	سپینی لائن	۸ر	روغن دار چینی	۱۲ر
کھانسی کی دوا چھوٹی	۱۰ر	عرق پودینہ	۱۲ر	روغن لونگ	۸ر
کانا بہنے کی دوا	۶ر	نمونہ کا بکس	عار	روغن لیمو	۶ر
داد کا مرہم	۶ر	کلورو ڈائن ۸ر (دو بوتل)	۸ر	روغن الائچی	۱۲ر
				لیونڈر	۱۴ر
				تھرمامیٹر انگریزی اردو	۳ر

المشتہر ڈاکٹر ایس۔ کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ